يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدۃ) ۳۵

تحفۂ نقشبندیہ

ترجمہ

الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ

مؤلف: الشیخ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی خالدیؒ

(متوفی سنہ ۱۲۳۴ھ)

دار الاخلاص مرکز تحقیق اسلامی

۳۹- ریلوے روڈ- لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفہ نقشبندیہ

اردو ترجمہ

الحدیقة الندیة فی الطریقة النقشبندیة

تالیف

امام محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی (م ۱۲۳۴ھ)

تقدیم: تصحیح: تخریج: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

مترجم: مولانا سلطان احمد افغانی

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

باسمہ تعالیٰ

کتاب: تحفہ نقشبندیہ

مؤلف: شیخ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی

مترجم: مولانا سلطان احمد افغانی

تقدیم وتصحیح: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

طبع چہارم: شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ/اگست 2010ء

صفحات: 136

تعداد: 500

ہدیہ: 120روپے

ناشر

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) ۴۹-ریلوے روڈ، لاہور۔

Email:msmujaddidi@yahoo.com

Phone:042-37234068 Mob:0300-9436903

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

خالدِ عصر

فخر الاماثل۔ شیخ الشیوخ حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ

سیف الرحمٰن

مبارک نور اللہ مرقدہٗ

پیرارچی کے نام!

جن کی ذات میں حضرت خالد کردی (علیہ الرحمۃ) سے کمال مماثلت پائی جاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"قطعۂ تاریخ طباعت" (کتاب ہذا)

"نقشۂ فتوحاتِ خالدیہ"

۲۰۰۰ء

اس کے ہر اک حرف میں ہے خالدِ کردی کا فیض
یہ صحیفہ حکمت و عرفان کا شہکار ہے
خواجگانِ نقشبندی کے معارف کا ورود
شیخ بغدادی کے علم و فضل کا اظہار ہے
ترجمہ سلطان احمد نے کیا با صد خلوص
کاروانِ علم کا جو اک علمبردار ہے
صوفیہ شہزاد ہوں گے اس سے بیحد مستفیض
کیا ہی دلکش بھجت افزا "روضۂ احرار" ہے

۱۴۲۱ھ

رشحاتِ قلم!

احقر العباد: محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص-۴۹، ریلوے روڈ، لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

مقدمہ ناشر

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسانات میں سے عظیم ترین احسان جو اس نے بنی نوع انسان پر فرمایا یہ ہے کہ ان کی رشد وہدایت کے لیے ان ہی میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اپنی معرفت اور کتاب وحکمت کی تعلیم کا نورانی سلسلہ جاری فرمایا اور مشیّت ایزدی کے تحت جب بعثت انبیاء کا سلسلہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر ختم ہوا تو ان کی امت کے علماء عارفین اور صوفیہ کاملین کو نیابت ووراثت انبیاء کے منصب پر فائز فرما کر فیضانِ نبوت کے تسلسل کو دوام اور ہمیشگی عطا فرما دی۔

حدیث شریف میں ہے:۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء

بے شک اہل علم انبیاء کے وارث ہیں۔[1]

یہ وراثت ان اہل کمال کے حصہ میں آئی جنہیں قسام ازل نے علوم ظاہری و باطنی سے وافر فیوضات عطا فرما کر معرفت وحقیقت کے زیور سے مزین فرما دیا۔

ان کے قلوب وارواح ذکر الٰہی کے انوار سے منور اور افکار ونظریات، سنّت و شریعت مطہرہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ خشیت ان کی رگ رگ سے چھلکتی ہے۔ اقوال، افعال اور احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مظہر ہوتے ہیں۔ الغرض اِذا رءُ وْاذُکرَاللّٰہَ۔[2]

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت ان کی
ایسے ہی خاصان خدا کے لیے فرمایا گیا ہے

---

[1] الجامع الترمذی: ۹۷/۲ — [1](ب) سنن الدارمی: ۶۸/۱، مطبوعہ بیروت لبنان

[2] الجامع الصغیر: ۷/۲

ان ہی نفوس قدسیہ میں سے ایک دوست خدا، ولی کامل اور مرشد اکمل حضرت "ذی الجناحین" مولانا ضیاء الدین شیخ خالد عثمانی نقشبندی (م ۱۲۴۲ھ) مجددی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ۱۱۹۰ھ میں بمقام "قرہ باغ" پیدا ہوئے جو سلیمانیہ سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

کم عمری میں ہی علوم وفنون میں کمال حاصل کیا اور اپنی جودت ذہنی، بے مثال حافظہ اور فہم وفراست کی فراوانی سے اساتذہ کرام کو متاثر کیا۔ آپ صرف، نحو، فقہ، منطق، عروض، مناظرہ، بلاغت، بدیع وحکمت، علم کلام، اصول وحساب، ہندسہ، ہئیت علم حدیث اور تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ کے اساتذہ کرام میں اس عہد کے جید ترین علماء وفقہاء شامل ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

۱۔ علامہ شیخ عبدالکریم برزنجی۔[۱]

۲۔ عالم محقق ملا صالح۔

۳۔ عالم فاضل ملا ابراہیم البیادی۔

۴۔ فاضل مدقق سید عبدالرحیم برزنجی۔

۵۔ علامہ شیخ عبداللہ الخریانی۔

۶۔ عالم باعمل ملا عبدالرحمٰن جلی رحمۃ اللہ علیہم۔

ان علماء کرام کے علاوہ بھی حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسر کے اہل علم سے استفادہ کیا اور پھر سند درس وتدریس کو رونق بخشی۔ ہزاروں طلبہ کو ظاہری وباطنی علوم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ فرمایا۔ آپ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] متوفی: ۱۲۱۳ھ

کے اس قول کی صحیح تصویر نظر آتے ہیں:-

مَنْ تفقه ولم يتصوّف فقد تفسّق ، ومَنْ تصوّف ولم يتفقه فقد تزندق ، ومَنْ جمع بينهما فقد تحقّق۝[1]

جس نے فقہ بغیر تصوف کے حاصل کیا وہ فاسق ہے اور جس نے تصوف بغیر فقہ حاصل کیا وہ زندیق ہے اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقق (جامع ظاہر و باطن) ہے-

شیخ خالد قدس سرہ ۱۲۲۰ھ میں حج بیت اللہ اور روضۂ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کے لیے نہایت عقیدت واحترام اور ذوق وشوق سے روانہ ہوئے- اسی سفر میں شام کے عالم اجل اور محدث کبیر حضرت شیخ محمد الکوبری سے ملاقات وصحبت کا شرف حاصل کیا اور ان سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی- شام ہی میں ان شیخ کے شاگرد خاص شیخ مصطفیٰ کردی علیہ الرحمۃ سے بھی ملاقات فرمائی، انہوں نے بھی دیگر اسناد کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت سے نوازا-

سلیمانیہ واپس پہنچ کر کمال استعداد اور وسعت ظرف کے تقاجوں نے جوش مارا اور کسی صاحب حال پیشوائے طریقت کی طلب ہوئی- آخر ایک ہندوستانی سیاح (مرزا عبدالرحیم بیگ المشہور درویش محمد عظیم آبادی قدس سرہ مرید وخلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ) کی تحریک پر اس کے پیرو مرشد مجدد عصر، قیوم زماں حضرت عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی (متوفی ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور طلب فیض وتحصیل سلوک کے لیے عازم ہندوستان ہوئے-

کابل، پشاور اور لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس

---

[1] الصوفیۃ والتصوف: ص:۵۳ طبع کویت-

سرہ پہلے سے ہی خدام کو اشارہ فرما چکے تھے کہ ایک فاضل اجل حصول فیض ونسبت کے لیے آ رہا ہے۔

شیخ طریقت کی خدمت میں پہنچ کر نذرانہ عقیدت منظوم قصائد ومناقب کی صورت میں پیش کیا اوران کی خوشنودی اور خاص توجہ حاصل کی۔ پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں صاحب حضور ومشاہدہ ہوئے۔ خانقاہ عالیہ میں تقریباً نو ماہ مقیم رہے اور پانی بھرنے کی خدمت سر انجام دیتے رہے۔ پیرروشن ضمیر کی توجہ سے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔

شیخ طریقت نے آپ کو پانچ سلاسل (نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ اور چشتیہ) میں خلافت مطلقہ عطا کی اور ارشاد، حدیث، تفسیر، تصوف اور اشغال واوراد کی اجازت بھی عطا کی۔ شیخ ہی کے ارشاد کی تعمیل میں آپ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی سند حدیث معہ اجازت روایت سے نوازا بلکہ بعض خاندانی وظائف بھی عنایت فرمائے۔

حضرت شیخ خالد رومی علیہ الرحمۃ بھی ان سے کافی متاثر ہوئے اور اکثر ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

شیخ الشاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ نے خرقۂ خلافت اور کلاہ عطا فرمانے کے بعد وطن واپسی کی اجازت دی۔ پیرومرشد آپ کو الوداع کرنے کے لیے اپنی خانقاہ سے شیخ محمد عابد کے مزار تک ساتھ آئے اور اقلیم کردستان کے قطب ہونے کا اشارہ فرمایا۔

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، ''مولانا خالد جامیٔ وقت اور خسرو عہد ہیں''۔

آپ کا شجرہ طریقہ نقشبندیہ حسب ذیل ترتیب سے امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔

مولانا خالد کردی شہر زوری، حضرت شاہ غلام علی ، حضرت مظہر جان جاناں ،حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی ،حضرت خواجہ سیف الدین ،حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت مولانا خالد کردی علیہ الرحمۃ کی وساطت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بلاد روم ،عراق ،کردستان ،شام اور حجاز مقدس میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ آپ خود لکھتے ہیں :۔

"ایک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ افراد مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں۔[1]

مولانا عربی و فارسی کے علاوہ کردی زبان میں بھی شعر کہتے تھے۔ فارسی دیوان ترکی سے طبع ہو چکا ہے۔ آپ کے خوارق و کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اگر کوئی مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بے ادبی سے زبان پر لاتا تو بے ہوش ہو کر زمین پر گرتا تھا۔ آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب تھے۔ وہ صاحب کرامات اور مجمع کمالات ہو گئے تھے۔ شیطان نے وسوسہ اندازی کی تو وہ اپنا مقام حضرت سے بڑھ کر خیال کرنے لگے۔ یہ خیال آتے ہی ان کی نسبت باطل ہو گئی اور اپنے ساتھیوں میں ذلیل ہو کے رہ گئے[2]۔ آخر حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہ کی توجہ سے نسبت بحال ہوئی۔

حضرت مولانا کا انتقال ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں طاعون کی وبا کے دوران ہوا۔ نماز جنازہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کے جس طرح معتقدین بہت زیادہ تھے ایسے ہی حاسدین اور منکرین بھی کافی تعداد میں پائے جاتے تھے۔

آپ کے خلاف دنیادار مولویوں نے پراپیگنڈہ اور فتویٰ بازی شروع کی تو سب

---

[1] مقامات مظہری: ص،۱۴۹

[2] ایسا ہی واقعہ ہمارے پیرومرشد حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن مدظلہ العالی کے ایک مرید و خلیفہ کے ساتھ پیش آچکا ہے۔ مجددی

سے پہلے حضرت علامہ ابن عابدین سید محمد امین شامی (م۱۲۵۲ھ) صاحب ''ردالمختار'' نے ان کا رد کیا اور آپ کی تائید و حمایت میں نہایت محققانہ کتاب ''سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی''[1] تصنیف کی۔ اسکے علاوہ بھی معاصر علماء و فضلا نے آپ کی سیرت و کمالات روحانی پر کتب کی تصنیف کا فریضہ نہایت عقیدت مندی سے سرانجام دیا۔

مفتی غلام سرور لاہوری صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' نے آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

عجب تاریخ ترحیلش عیاں شد — ز ''خالد جنتی محبوب مولیٰ''

۱۲۴۲ھ

''خلفاء مولانا خالد قدس سرہٗ''

آپ کے خلفاء کی تعداد سو سے کچھ اوپر بیان کی جاتی ہے لیکن ہم یہاں چند اکابر خلفاء کے اسماء درج کرتے ہیں:۔

سب سے پہلے صاحب ''الحديقة الندية فی الطريقة النقشبنديه'' حضرت علامہ سید محمد بن سلیمان البغدادی علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ آپ بغداد کے نہایت فاضل اہل علم میں سے ہوئے ہیں۔ معاصر علماء میں نہایت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ کتاب ھذا آپ کے علم و فضل، وسعت مطالعہ، تحقیق و تدقیق اور اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت و محبت کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ نے اسی تالیف میں اپنی ایک کتاب ''المطالب الوفیه'' کا تذکرہ عربی نسخہ کے صفحہ ۱۰۸ پر فرمایا ہے۔ شیخ بغدادی نے شعبان المعظم ۱۲۳۴ھ میں اسی کتاب کی تکمیل فرمائی اور اسی سال آپ کا وصال بھی ہو گیا۔ یعنی آپ

[1] یہ مجموعہ رسائل ابن عابدین (مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور) میں شامل ہے۔

اپنے شیخ کی حیات میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے- آپ کی تصنیف ''الحدیقة الندیة'' کے حوالے حضرت خالد رومی علیہ الرحمہ کے سیرت نگار جا بجا دیتے ہیں- معاصر مشائخ، مورخ اور برادران طریقت میں سے سلسلہ خالدیہ اور سیرت خالدیہ پر تحریری کام کرنے والوں نے آپ کی اس تصنیف سے خاصا استفادہ کیا ہے-

''الحدیقۃ الندیۃ'' کے علاوہ حضرت خالد رومی علیہ الرحمہ اور ان کے خلفاء کے حالات وواقعات پر مشتمل چند اہم کتب کا تعارف درج ذیل ہے:-

۱- اصفی الموارد فی سلسال احوال مولانا خالد، از شیخ عثمان بن سندوائلی- (ہماری کتاب حدیقة الندیة اس کے حاشیے پر بھی شائع ہوئی تھی-)

۲- الفیض الوارد علی روضة مرثیة مولانا خالد، ابو ثناء محمود آلوسی، جو ۱۲۷۸ھ میں شائع ہوئی ہے-

۳- المجد التالد فی مناقب مولانا خالد، از ابراہیم فصیح حیدری بغدادی، مطبوعہ ۱۲۹۲ھ استانبول-

۴- سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی از محمد امین معروف بہ ابن عابدین مطبوعہ ۱۳۵۱ھ- دمشق-

۵- البهجة السنیة فی آداب الطریقة العلیة الخالدیة، از محمد بن عبداللہ خانی مطبوعہ ۱۳۵۳ھ-

۶- الانوار القدسیة فی مناقب السادة النقشبندیه، از یٰسین بن ابراہیم السنهوتی، مطبوعہ ۱۳۴۴ھ- مصر-

۷- الحدائق الوردیة فی حقائق اجلاء النقشبندیه، از شیخ عبدالمجید بن محمد خانی خالدی نقشبندی-

۲- شیخ اسمٰعیل انارانی علیہ الرحمۃ مولانا خالد کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار پائے لیکن بعارضۂ طاعون 24 چوبیس روز بعد وفات پا گئے-

۳- شیخ عبداللہ ھراتی ان کے بعد مسند نشین ہوئے لیکن وہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو کر اپنے پیشرو سے جا ملے- ۱۲۴۵ھ میں ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالفتاح نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور خوب نبھایا- ان کے علاوہ شیخ عثمان سراج الدین، ملا ابوبکر کردی، ابراہیم فصیح حیدری، شیخ خالد کردی مدنی (مدینہ منورہ میں مقیم تھے) علامہ شیخ محمد قرشلی (امام شافعیہ) سید طٰہٰ نھری، سید عبداللہ حیدری اور شیخ احمد خطیب اربلی قابل ذکر بزرگوں میں سے ہیں-

کچھ ترجمہ کے بارے میں:-

فاضل عزیز سلطان احمد افغانی زید مجدہ نے "الحدیقة الندیة" کا ترجمہ اردو میں کرنے کی سعادت حاصل کی ہے- جامعہ نظامیہ لاہور سے فراغت کے بعد منڈی بہاءالدین کے جامعہ چشتیہ غوثیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں-

یہ غالباً ان کا کسی کتاب کا پہلا اردو ترجمہ ہے لیکن ان کی محنت اور دلچسپی نے اس میں رنگ بھر دیا ہے-

حق تعالیٰ شانہٗ جناب مترجم کے علم و عمل میں برکت دے، تاکہ وہ آئندہ بھی اس سے بہتر انداز میں تحریری خدمات سرانجام دے پائیں-

ہم نے کتاب ھذا کی طباعت کے اہتمام کے علاوہ اس میں بعض حواشی اور ایک مختصر مقدمے کا اضافہ کیا ہے تاکہ قارئین کے لیے افزونئ معلومات کا باعث ہو- مترجم عزیز چونکہ پیدائشی پختون ہیں اسی لیے بعض مقامات پر زبان و بیان کے مسائل آڑے آئے جنہیں ہم نے قلت وقت اور عدیم الفرصتی کے باوجود سلجھانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے-

امید ہے کہ قارئین رواں اور شستہ اردو نثر سے محظوظ ہوں گے-

تاہم اہل علم سے ہم گزارش کریں گے کہ وہ ہماری فروگزاشتوں کی نشاندہی فرما کر علم پروری کا مخلصانہ فریضہ سرانجام دیں۔

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں۔
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں۔

(خواجہ میر درد نقشبندی)

مآخذ و مراجع مقدمہ:

مقدمہ تحریر کرتے ہوئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیہ (مطبوعہ استنبول) از محمد بن سلیمان بغدادی مطبوعہ ۱۹۷۷ء

۲۔ مولانا خالد نقشبندی و پیروان طریقت او (مطبوعہ ایران) ۱۳۶۸ھ۔

۳۔ مقامات مظہری، مطبوعہ اردو سائنس بورڈ، لاہور۔

۴۔ خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور، از مفتی غلام سرور لاہوری۔

۵۔ ارغام المرید، مطبوعہ استنبول، ۱۴۰۴ھ از شیخ محمد زاہد الکوسری۔

۶۔ الجامع الترمذی مطبوعہ کراچی پاکستان۔

۷۔ الجامع الصغیر مطبوعہ بیروت الامام السیوطی رحمۃ اللہ۔

۸۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور۔

۹۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، از علامہ نور بخش توکلی، مطبوعہ لاہور۔

۱۰۔ الصوفیہ والتصوف، از سیّد یوسف ہاشم الرفاعی۔ مطبوعہ کویت۔

۱۱۔ سنن الدارمی، مطبوعہ بیروت، لبنان۔

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ
۱۶ر دسمبر ۲۰۰۰ء

محمد شہزاد مجددی سیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام عرض کرنے کے بعد عرض کرتا ہے بندہ فقیر ضعیف گنہگار محمد ولد سلیمان وطن بغداد شریف مذہبا حنفی عقیدے کے اعتبار سے ماتریدی ہوں۔ طریقت میں نقشبندی نسبت کے لحاظ سے خالدی ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے عمل کرنے والا بنائے اور خدا تعالیٰ میرے آباؤ اجداد اور اولاد کو باطنی فیوضات سے مستفیض فرمائے۔ میں پورے (۱۹) انیس سال سے شیخ کامل کی تلاش میں سرگرداں رہا کہ کوئی ایسا مرد کامل مل جائے جو علم الیقین عین الیقین حق الیقین کے ذریعے سالکین کی تربیت ورہنمائی کرتا ہو لیکن پورے انیس سال میں شیخ کامل کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا سوائے ایک ایسے شخص کے جو تکلف سے عابد بنا ہوا تھا اسکی نسبت چار مشہور ومعروف طریقوں (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ نہ تھی بلکہ وہ طریقے جس کی طرف وہ منسوب تھا، من گھڑت تھے یہی وجہ تھی کہ میں (۱۹) انیس سال سے زائد انکی خدمت وصحبت میں رہا لیکن طریقت کے برکات میں سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔

حتیٰ کہ شریعت اور حقیقت کا چاند طلوع ہوا (مراد اپنے پیر ومرشد ہیں) اس چاند نے زمین کو زمین کے رب کے نور کے ساتھ روشن کر دیا اور انکے وجود مبارک کی برکت سے زمین کی تاریکیاں سرنگوں ہو گئیں، میری مراد معرفت کا وہ سورج ہے جو عراق میں طلوع ہوا جس نے رات کے تاریک سفر کو انتہائی بلندیوں تک روشن کر دیا جو جن وانس کی تربیت کرنے والے ہیں جن کا ذکر خیر ابدال واوتاد جیسے اولیاء کی زبانوں پر جاری ہے۔

عالم باعمل رہبر طریقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے والے

ہمارے شیخ ، ہمارے مولا حضرت خالد شافعی اشعری نقشبندی قادری سہروردی کبروی چشتی ، سہروردی ، خدا تعالیٰ انکے مرقد کو ٹھنڈا کرے بندہ آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے سے مشرف ہوا خدا تعالیٰ ہمیں اور جو بھی اس طریقہ میں بیعت ہیں ، صدق سے نوازدے۔

آپ کی توجہ سے بہت سے لوگ بغداد، کرکوک، واربل، اکراد شہر، سلیمانیہ، کوئی، عمادیہ، ھکاریہ، ماردین، عنتاب، حلب، شام، اور حرمین شریفین کے مستفیض ہوئے یہاں تک کہ آپکی حقانیت کا اعتراف ہراس شخص نے کیا جس کا دل حسد کی بیماری سے محفوظ تھا لیکن بعض لوگوں نے آپ کی ولایت کا انکار کیا اس وقت منکرین کی کئی قسمیں تھیں بعض نے تو سرے سے اصل طریقت کا انکار کیا اور کہتے کہ فقہ کے علاوہ طریقت خدا تعالیٰ کے قرب کا کوئی ذریعہ نہیں بن سکتی بعض نے طریقت اور اہل طریقت بزرگوں میں سے پہلے گزرے ہوؤں کو تو مانا لیکن انہوں نے ہمارے مرشد کریم اور موجودہ بزرگوں کا انکار کیا یہ انکار مماثلت اور حسد کی بنا پر تھا اور بعض منکرین میں سے آپ کی عقیدت مند ہو سکتے تھے لیکن ان کے لیے ان لوگوں نے پردہ اور رکاوٹ پیدا کردی جو ہمارے شیخ کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔

امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''روض الریاحین'' میں منکرین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں اور فرمایا کہ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی برکات سے محروم ہوتے ہیں اور فرمایا کہ لوگ اولیاء اللہ کی کرامات کے انکار کرنے میں کئی قسم کے ہیں بعض تو مطلقاً کرامات کا انکار کرتے ہیں (اس سے قطع نظر) کہ موجودہ دور کے اولیاء ہوں یا سابقہ اولیاء ہوں) اور بعض موجودہ دور کے اولیاء کی کرامات کا انکار کرتے ہیں اور سابقہ دور کے ولیوں کی کرامات کو مانتے ہیں مذکورہ منکرین کا انکار بقول شیخ ابوالحسن شاذلی صرف اور صرف اسرائیلیت ہے کیونکہ بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور حضور نبی

اکرم ﷺ کو جھٹلایا اس لیے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا بعض منکرین تو اولیاء اللہ کی کرامت کو مانتے ہیں لیکن موجودہ دور کے اولیاء میں سے کسی ایک کی کرامت کو بھی نہیں مانتے، منکرین کا یہ ٹولہ بھی محروم ہوتا ہے- اس لیے کہ جب تک کسی ایک ولی کیلئے بھی سر تسلیم خم نہ کیا جائے اس وقت تک کسی ایک سے بھی فیض یاب نہیں ہوسکتا- ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور حسن خاتمہ کا سوال کرتے ہیں کہ اس عمدہ رسالہ کے لکھنے میں مجھ پر مہربانی فرمائی یہ رسالہ سلسلہ نقشبندیہ عالیہ کے بیان اور اس بات کے اثبات پر مشتمل ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے وہ طریقت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہوسکتا اور مرید کے ضروری آداب واوراد اور منکرین کے بعض شبہات کے جوابات پر مشتمل ہے یہ رسالہ پیر بھائیوں کے لیے تذکرہ (ضرورت کو یاد کرنے والی) ہے اور حق کے طالب کے لیے پہچان اور یقین ہے اور یہ رسالہ حقیقتاً ''حدیقة الندية فی الطريقة النقشبنديه و البهجة الخالديه ''جود اور سخا کا باغیچہ'' ہے- میں نے اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور تین ابواب اور خاتمہ پر مرتب کیا- مقدمہ میں طریقہ نقشبندیہ اور اس کے احکام کا بیان ہے اور پہلا باب ضرورت علم باطن کو واضح دلائل سے ثابت کرنے کے بیان میں ہے اور دوسرا باب مرید کی شرائط، آداب اور اوراد کے بیان میں ہے اور تیسرا باب اپنے مرشد کریم کے تصرف کے بیان میں ہے، خاتمہ میں منکرین کے شبہات کے ازالے کا بیان ہے شبہات کا ازالہ اس طرح کیا گیا ہے کہ ہر انصاف پسند و عقلمند اس کو قبول کریگا- میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرتا ہوں کہ اس رسالے کو صرف اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے- اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان مردود اور نفس امارہ کے مکروفریب اور بڑی مصیبت سے بچائے- آمین-

(از مولف)

لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم○

مقدمہ

میں فقیر بہت زیادہ کوتاہیاں کرنے والا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے وقت کے شیخِ رشد و ہدایت، منبع حقیقت، قطبُ الاقطاب، غوث الثقلین، مَرجع ابدال واوتاد، صاحب شریعت وطریقت، کتاب وسنت سے شریعت وطریقت کے روشن چراغ سے روشنی حاصل کرنے والے، سیرفی اللہ کے مقام پر فائز حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین خالد نقشبندی مجددی کے دستِ مبارک پر بیعت ہوا، آپ نے دور دراز سفر کر کے دہلی میں جامع معقول والمنقول جامع کمالات صوری ومعنوی شیخ عبداللہ دہلوی اور انہوں نے شیخ شمس الدین حبیب اللہ جان جاناں انہوں نے تجلی ذاتی وصفاتی سے مشرف سید نور محمد بدایونی سے انہوں نے سلطان الاولیاء شیخ سیف الدین قدس سرہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ المشائخ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم قدس سرہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی مظہر العجائب منبع اسرار ومعانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ سے انہوں نے مؤید الدین شیخ محمد باقی قدس سرہ سے انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجگی الاماثل سے انہوں نے والد مکرم شیخ المشائخ مولانا درویش محمد قدس سرہ سے انہوں نے اپنے ماموں شیخ المشائخ مولانا محمد زاہد قدس سرہ سے انہوں نے شیخ المشائخ خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ سے انہوں نے حضرت یعقوب چرخی حصاری قدس سرہ سے انہوں نے قطب الاقطاب شیخ محمد البخاری معروف بہ علاء الدین عطار سے انہوں نے امام طریقت حضرت شاہ نقشبند بہاء الدین محمد اویسی بخاری سے انہوں نے منبع معارف وکمال سید سادات امیر سید کلالی سے انہوں نے قطب اولیاء شیخ محمد بابا سماسی سے انہوں نے علی رامتینی قدس سرہ سے انہوں نے شیخ المشائخ محمد محمود الخیر فغنوی سے انہوں نے شیخ عارف ریوگری سے انہوں نے غوث الخلائق عبدالخالق غجدوانی سے انہوں نے غوث صمدانی شیخ یوسف ہمدانی سے انہوں نے قطب الاولیاء ابوعلی فارمدی سے انہوں نے حضرت ابوالقاسم گرگانی سے انہوں نے

حضرت ابوالحسن خرقانی سے انہوں نے حضرت بایزید بسطامی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے انہوں نے حضرت قاسم بن محمد ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے سلمان فارسی سے انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے صدق و صفا کے منبع مخلوقات میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

شجرہ شریفہ بیان کرنے کی وجہ:

شیخ عارف عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''مدارج السالکین'' میں لکھا ہے:

اِعْلَمْ اَیُّهَا الطَّالِبُ الْمُرِیْدُ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِیَّاکَ لِمَرْضَاتِهٖ اَنَّهٗ مَنْ لَّمْ یَعْلَمْ اٰبَاهُ وَاَجْدَادَهٗ فِی الطَّرِیْقِ فَهُوَ اَعْمٰی وَرُبَّمَا انْتَسَبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ فَیَدْخُلُ فِیْ قَوْلِهٖ ﷺ لَعَنَ اللّٰهُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ

جان لو اے راہ حق کے طالب خدا تعالیٰ ہمیں اور آپکو اپنی رضا کے لیے وقف فرمائے جو طریقت میں اپنے مشائخ کو نہیں جانتا تو وہ اندھے کی طرح ہے بعض اوقات اپنے آپکو اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پاک کے تحت داخل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرماتا ہے جو اپنے آپکو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے۔

حضرت سیدی عمر بن فارض فرماتے ہیں کہ روحانی اور شرعی نسبت، باپ دادا کی ظاہری نسبت سے زیادہ قریب ہوتی ہے اس لیے کہ روح، تیری حقیقت کے زیادہ قریب ہے لھذا روحانی باپ تجھے جسمانی باپ سے زیادہ قریب ہے تو اپنی نسبت روحانی باپ کی طرف کرنا ظاہری باپ کی نسبت سے بھی زیادہ ضروری ہے اسی لیے بزرگانِ دین نے مرید کی تعلیم

کے لیے آداب شیخ اور شجرے اپنی کتابوں اور تحریروں میں درج فرمائے ہیں اور بزرگانِ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کی نسبت (باطنی نسبت) درست نہ ہو وہ راستے میں گری ہوئی چیز کی طرح ہے جس کا کوئی مالک و مربی نہیں ایسے شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرید پکڑنے شروع ہو جائے اس وقت تک کہ جب کسی شیخ کامل سے اخذ فیض نہ کرے اور پھر ایسے رشد و ہدایت کی تلقین کرنے کی صراحتاً اجازت نہ دے اور وہ ان شرائط کے ساتھ جنکی رعایت بزرگانِ دین کرتے تھے خرقہ نہ پہنے پھر فرماتے ہیں کہ جان لو اے میرے بھائی کہ تلقین (طریقت و سلوک) میں جو راز ہے وہ صرف وصرف دلوں کا ارتباط ہے جو طالب و مشائخ کے دلوں سے ہوتا ہوا حضور اکرم ﷺ تک اور حضور سے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور مرید جب سلسلہ طریقت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو بسا اوقات اپنے مشائخ کا وہ سلسلہ جو حضور اکرم ﷺ سے ہوتا ہوا اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے بہت کم علم ہوتا ہے تو جو طریقت میں بغیر سلسلہ کے داخل ہوا سے اہل طریقت میں شمار ہی نہیں کیا جاتا بعض مریدین (اپنی ناعلمی کی وجہ سے) ایسے بھی ہیں کہ جب اس سے شجرہ کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ جواب ہی نہیں دیتے۔انتہی (یہاں تک امام شعرانی کا فرمان مکمل ہوا)

ہمارے مرشد کریم (اللہ تعالیٰ آپکی قبر شریف کو ٹھنڈا فرمائے اور ہمیں آپکے فیوضات سے مستفیض فرمائے) کو چاروں طریقوں میں خلافت و اجازت عطا کی گئی ہے اسی طرح آپکے مرشد کریم سے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ تک تمام کے تمام خلفاء (جنہیں چاروں طریقوں میں خلافت حاصل ہوئی) ہوئے اگر طوالت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں آپکے شجرہ شریفہ کو تفصیلاً ذکر کر دیتا۔

طریقہ نقشبندیہ کی دیگر طرق سے افضلیت کا بیان:

رہی یہ بات کہ آپ نے (چاروں طریقوں میں خلافت ہونے کے باوجود)

صرف طریقہ نقشبندیہ عالیہ کی تعلیم وتربیت کیوں دی؟

جواب: اس لیے کہ علم میں یکتا علماء اور اصحاب کشف و مشاہدہ پر یہ بات مخفی (پوشیدہ) نہیں کہ طریقہ نقشبندیہ بنسبت دیگر طریقوں سے قرب خداوندی میں قریب ترین ہے اور مرید کے لیے توحید کے درجات پانے میں زیادہ مددگار اور آسان ہے- کیونکہ طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد تصرف وجذبہ کو پانے پر ہے جو سلوک کا مقدمہ ہے-تصرف وجذبہ مرید کے دل میں اس مرشد کامل کے ہاتھ سے حاصل ہوگا جس نے حضور کی اس وراثت کو پایا ہو جس کو حضور نے کچھ یوں بیان فرمایا:

مَاصَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْأً اِلَّا وَصَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

جو چیز (روحانیت میں سے) اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالی وہ میں نے حضرت ابوبکر کے سینے میں ڈال دی-[1]

تصرف وجذبہ طریقہ نقشبندیہ میں ایک واسطہ اور بنیاد ہے اور سنت کا اتباع، بدعت سے اجتناب، عزیمت کو رخصت پر ترجیح دینا، برے اخلاق سے دور ہونا اور اچھے اخلاق و فضائل سے مزین ہونا طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے-

مکمل خلاصہ اس طریقہ کا یہ ہے کہ جذب اس طریقہ عالیہ میں سلوک سے مقدم ہے تو جو شخص پہلے جذب کی کیفیت سے مشرف ہو پھر سلوک سے تو یہ شخص وصل (قرب اللہ تعالیٰ) کے اعتبار سے اس شخص سے زیادہ قریب ہے جو پہلے سلوک پھر جذب س مشرف ہوا اس لیے کہ پہلا شخص مجذوب سالک ہے اور دوسرا سالک مجذوب اور ان میں فرق فضیلت کے لحاظ سے کسی پر پوشیدہ نہیں-

دوسرے طریقوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سلوک مقدم ہے جذب پر، یہ اکثر

اولیاء کی بات ہے بعضوں کی نہیں- اس لیے ان بزرگوں میں (باوجود اسکے کہ وہ نقشبندی نہیں) بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کا جذب سلوک پر مقدم تھا اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مقام محبوبیت ومرادیت میں قدم رکھا ہو-

ایک وہم کا ازالہ:

مذکورہ بحث سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اولیاء نقشبندیہ کو عموماً دوسرے طریقوں کے اولیاء پر فضیلت دی جارہی ہے اس لیے کہ بحث اس بات میں ہے کہ کونسا طریقہ وصل کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کو دوسرے طریقوں کے بزرگوں پر مطلقاً فضیلت دی جارہی ہے بلکہ مذکورہ بات سے جو فضیلت ثابت ہوئی وہ عموم وخصوص من وجہ کی ہے مثلاً ہم کہتے ہیں: اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ (مرد عورت سے بہتر ہے) یہاں مرد اور عورت کی حقیقت مراد ہے (کہ حقیقت کے لحاظ سے مرد عورت سے افضل وبہتر ہے) اس سے عورتوں پر مردوں کی فضیلت مطلقاً ثابت نہیں ہوتی انصاف کرنے والے کے لیے مذکورہ مثال بہت واضح اور کافی ہے-

علم ظاہر وباطن سے مشرف جید علماء کرام نے بزرگوں کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اس وقت تک جاری رکھ جب تک تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور نصیب نہ ہو- "الیٰ اٰخرہٖ" کی تشریح ووضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذکر کی حقیقت غفلت کو دور کرنا ہے اب دوری غفلت کے کئی مراتب ہیں:-

1- پہلا مرتبہ زبان کے ساتھ ذکر کرنا: بانی ذکر کے ثبوت کے لیے قرآن وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں- تو اے میرے بھائی زبانی ذکر ہمیشہ کرتا رہ تاکہ قلبی ذکر سے مشرف ہو جائے-

---

[1] یعنی تصرف وجذبہ مرید کو اس شیخ کے ہاتھ سے حاصل ہو سکتا ہے جس کی نسبت باطنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو اور یہ نعمت مشائخ نقشبندیہ کو ہی حاصل ہے-۱۲ سلطان غفرلہ

2- قلبی ذکر بعض طریقوں میں دوسرا مرتبہ ہے حالانکہ ذکر قلبی نقشبندی حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک پہلا مرتبہ ہے پس نقشبندی حضرات کا پہلا قدم ہی ذکر قلبی ہے لیکن مرید ذکر قلبی بزرگوں کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا اور سالک کا مشائخ نقشبندیہ کی توجہ کے بغیر اس مرتبہ میں ثابت قدم رہنا ناممکن ہے تو اے بھائی ان بزرگوں (نقشبندی مشائخ) سے حصول فیض کا قصد کر اور تو ان کے عرفان کی خوشبو کو سونگھنے کی کوشش کر ممکن ہے کہ تو ان بزرگوں میں سے کسی ایک سے فیض حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے پس تو اپنی کامیابی کو اس نفیس جوہر کے حاصل کرنے میں سمجھ تاکہ تجھ سے شیطان کا فریب دور ہو جائے اس لیے کہ نقشبندی حضرات کا طریقہ سب سے زیادہ آسان اور قرب خداوندی میں سب سے زیادہ قریب ہے اور اس طریقہ میں بھوک اور زیادہ شب بیداری نہیں بلکہ اس میں اعتدال (میانہ روی) ہے اور ان حضرات کی خلوت، جلوت میں ہے یہ حضرات عام مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اپنے مولا کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ہر مجمع ان کے لیے خلوت و گوشہ نشینی ہے۔

فرمان الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو یوں ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ -

وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی -سورۃ النور، آیت:۳۶

حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس معنی و مقصد کو بیان فرماتے ہوئے کتنا اچھا شعر پڑھا ہے۔ ؎

وَلَقَدْ جَعَلْتُکَ فِي الْفُؤَادِ مُحَدِّثِيْ وَاَبَحْتُ جِسْمِيْ مَنْ اَرَادَ جُلُوْسِيْ

میں نے تجھے (اللہ تعالیٰ) اپنا دلی ہم کلام بنایا، لیکن جس نے (انسانوں میں سے) میرے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کیا اس کے ساتھ میرا (ظاہری) جسم ہمکلام ہوتا ہے۔

فَالْجِسْمُ مِنِّی لِلْجَلِیْسِ مُوَانِسٌ وَحَبِیْبُ قَلْبِیْ فِی الْفُؤَادِ اَنِیْسِیْ

پس میرا جسم میری طرف سے ہم نشین کے ساتھ انس کرتا ہے۔ لیکن دلی محبوب (اللہ تعالیٰ) دل میں مجھے پیارا ہوتا ہے۔

جو شخص اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے تو اس کے لیے تصدیق کرنا اور اس کیفیت کو دل کی گہرائیوں سے ماننا چاہیے تا کہ اس کو ولایت صغری حاصل ہو جائے جیسے جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا: کہ اس طریقت کی تصدیق کرنا ولایت صغری ہے کیونکہ جب تو چاند کو نہ دیکھے تو دوسرے لوگوں کی بات کو تسلیم کر جنہوں نے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ انتھیٰ۔

حضرت جنید نے صوفیا کرام کا مذکور قول (کہ جب تک تجھے خدا تعالیٰ کی یاد میں حضور نصیب نہیں ہوتا تو ذکر کو مت چھوڑ) کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ جب ذکر فوت ہو جائے (چھوڑ دیا جائے) تو خدا تعالیٰ کے ذکر کی کوئی قضاء نہیں (کہ بعد میں تو اس کی قضا تلاش کرتا رہے) اور حضور قلب کی کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب رب تعالیٰ کا ذکر پختہ ہو جائے تو پھر تیرے خلوت اور جلوت میں کوئی تضاد باقی نہیں رہے گا بلکہ ظاہر میں تو لوگوں کے ساتھ ہو گا لیکن تیرا دل تیرے رب کی یاد میں کامیاب رہیگا۔ اور یہی (کیفیت) طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی ان حضرات (نقشبندیہ حضرات) کی خلوت انکی جلوت میں ہے تو یوں سالک کا سلوک مکمل ہو جاتا ہے یہ حضرات جب لوگوں (دنیاداروں) کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ظاہراً انکے جسم انکے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں لیکن دل میں وہ انہیں دور کرتے ہیں وہ ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روک سکتی یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے خدا جنہیں چاہے عطا فرماتا ہے۔

تو اے میرے بھائی تو اس عالی شان مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر اسلیے کہ تیری عمر کی کوئی قیمت نہیں اور یہ عمر تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر جب تو اسے اس (طریقت) عظیم سرمایہ کے حاصل کرنے میں صرف کرے۔ انتہی

علامہ سید محمد بن شرف حسینی نقشبندی نے اپنے رسالہ ''نجعة السالکین فی ذکر تاج الدین'' میں فرمایا ہے کہ کسی کو ذکر کی تلقین اس وقت تک نہ کی جائے جب تک وہ خدمات اور دشوار ریاضات جس کے ذریعے نفس کی سرکوبی کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے تزکیہ حاصل ہوتا ہے میں قدم نہ رکھے کیونکہ اکثر مشائخ کے نزدیک تزکیہ تصفیہ سے پہلے ہوتا ہے لیکن طریقہ نقشبندیہ میں ایسا نہیں بلکہ ان حضرات کا طریقہ بالعکس ہے نقشبندی حضرات فرماتے ہیں کہ انسان جب تصفیہ اور حق کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو تو ایسے ایک لمحے میں خدا تعالیٰ تزکیہ عطا فرما دیتا ہے تزکیہ بھی ایسا کہ غیر نقشبندی کو سالوں کی ریاضات سے بھی حاصل نہیں ہوتی یہ اسلیئے کہ ان حضرات کے نزدیک جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور ان کا سلوک مستدیر[1] ہے، مستطل نہیں اور انکا پہلا قدم ہی حیرت اور فنا میں ہوتا ہے جیسے کہ حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری (نقشبندیوں کی) ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہا ہے اور مزید فرمایا کہ اگر بہاء الدین کی ابتداء بایزید (بسطامی) کی انتہاء نہ ہوتی تو بہاء الدین پر معرفت حق حرام تھی۔

اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اسی بات کی وجہ سے (کہ انکی ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہا ہے) بزرگوں کا انکار کیا حالانکہ انکی مذکورہ بات امور شرع میں سے کسی شے کے خلاف نہیں بلکہ انکی مذکورہ بات تو حدیث سے ثابت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''میری امت اس بارش کی طرح ہے جس کے

---

[1] یعنی جیسے مستدیر اپنے ضلعوں کے اعتبار سے مستطیل سے قریب تر ہے اسی طرح طریقہ نقشبندیہ بھی قرب کے لحاظ سے

بارے میں یہ معلوم نہیں کہ اس کی ابتداء خیر کی ہے یا انتہا خیر کی (یعنی دونوں ممکن ہیں)۔

ایک وہم کا ازالہ:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ شیخ تاج الدین نقشبندی ہونے کے باوجود اپنے مریدوں کو پہلے دشوار ریاضات اور تزکیہ میں رکھتے پھر مرید کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے۔

جواب:

آپ پہلے طریقہ عشقیہ کبرویہ میں بیعت تھے پھر جب آپ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور حضرت شیخ خواجہ محمد باقی نقشبندی کے ہاتھ پر آپ نے سلوک کے منازل طے کیے اور آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کرنے کی اجازت ملی تو آپ نے اپنا پہلے والا معاملہ بدل لیا اور سادات نقشبندیہ کا طریقہ اپنایا اور آپ خلافت پانے کے بعد صرف طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کرتے تھے۔ ''تحفۃ السالکین'' میں ہے کہ حضرت خواجہ تاج الدین فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت خواجہ باقی نے اجازت عطا فرمائی تو میں مریدوں کو حضرات نقشبندیہ کے اکابرین کے طریقوں پر تربیت دینے میں مشغول ہوا، اور اگر کوئی طریقہ عشقیہ میں بیعت کرنے آتا تو میں اسکو طریقہ عشقیہ میں بیعت کرتا اور اسی طریقہ میں اسکی تربیت کرتا ایک دن حضرت غوث اعظم عبیداللہ احرار کی روحانیت ہمارے شیخ خواجہ باقی پر ظاہر ہوئی اور خواجہ محمد باقی کو کہا کہ شیخ تاج الدین ہمارے دستر خوان سے کھاتے ہیں اور شکریہ غیر کا کرتے ہیں میں نے اسکو اپنی نسبت سے خارج کر دیا حضرت خواجہ باقی نے خواجہ عبیداللہ سے کہا کہ اس دفعہ انہیں معاف کر دو تا کہ میں اسکو آپکے شکوے کی خبر کر دوں تو حجرت خواجہ باقی نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں مذکورہ واقعہ بیان فرمایا گیا تھا اس کے بعد میں نے سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ تمام سلسلوں کو چھوڑ دیا بیعت و تربیت کو طریقہ نقشبندیہ میں ہی محصور کر دیا۔ انتہی کلامہ

بعض شارحین نے حکم عطائیہ (مراد اس سے صوفیا کا یہ قول ہے خدا تعالیٰ کے ذکر کو اس وقت تک نہ چھوڑ جب تک تجھے خدا تعالیٰ کا حضور نصیب نہ ہو) کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سالکین و مریدین کی دو قسمیں ہیں:

سالک مجذوب اور مجذوب سالک

سالک مجذوب پہلے آسمان کے موجود ہونے کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے پھر ان نشانیوں سے آسمان کے وجود پر دلیل پکڑتا ہے اور پھر (آسمان کے وجود کو ثابت کرنے کے بعد) اس کے بنانے والے کے لیے صفات کمال ثابت کرنے پر دلیل قائم کرتا ہے اوصاف کے ثبوت سے ذات خداوند متعال کے وجود پر دلیل قائم کرتا ہے یہ اس لیے کہ یہ محال و ناممکن ہے کہ ذات کے صفات تو ہوں اور ذات کا وجود نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ سالک مجذوب محسوسات سے وجود باری پر دلیل پکڑتے ہیں) تو یوں وجود باری تعالیٰ کے وجود پر دلیل پکڑنا ہے۔ قرآن و سنت میں اکثر وارد ہوا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الایہ)

زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کی نشانیاں ہیں۔

اور مجذوب سالک پہلے ذات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ بھی اپنی استعداد کے مطابق (اگر استعداد ہے تو ذات کا مشاہدہ کر سکے گا ورنہ نہیں) پھر صفات کے مشاہدہ کی طرف لوٹا ہے پھر آثار (صفات کے علامات) کی مشاہدہ کی طرف لوٹتا ہے یعنی مجذوب سالک کا معاملہ سالک مجذوب کے بالعکس (الٹ) ہوتا ہے تو (ثابت ہوا کہ) سالک مجذوب کی انتہا مجذوب سالک کی ابتداء ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر لحاظ سے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے افضل ہوگا اس لئے کہ سالک مجذوب محو اور فنا کی تحقیق کے در پے ہے اور مجذوب سالک بقا اور صحو کے طریقے پر چلا ہے۔

جب دونوں کی مذکورہ شان ہے تو اس سے خود بخود معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سے کون منازل کے لحاظ سے ترقی میں ہے اور کون پستی میں- ظاہر ہے کہ مجذوب سالک بہتر واعلیٰ ہے منازل سلوک طے کرنے میں تو دونوں برابر ہیں لیکن مجذوب سالک کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے ذریعے اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے اور سالک مجذوب اشیاء کو مشاہدہ اس لیے کرتا ہے کہ خداتعالیٰ کا مشاہدہ[1] کر سکے-

اسی طرح سالک مجذوب کے عروج کی انتہا فنا تک ہے اور مجذوب سالک کے عروج کی انتہاء فنا کے بعد بقا وصحو تک ہے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے کامل ہے تو اس لیے ہے کہ فنا کے بعد بقا کی نعمت سے مشرف ہونا انبیاء علیھم السلام اور انکے وارثین جو کامل ومکمل رہنما، ہیں کا مقام ہے جس کو فنا کے بعد بقا حاصل نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ مقام رشد وہدایت پر بیٹھ جائے اور نہ ہی وہ رشد وہدایت کی صلاحیت رکھتا ہے- تو سالک مجذوب کے لیے ضروری ہے کہ وہ فنا سے بقا کی طرف رجوع کرے تا کہ اس سے اخذ فیض و رہنمائی حاصل کرنا درست ہو اور طریقہ نقشبندیہ میں جذب کا غلبہ ہوتا ہے پھر سلوک کی یہ بات وہ شخص جان سکتا ہے جس نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ سے کچھ چکھا ہو تو اے میرے بھائی! تو اس طریقہ (نقشبندیہ) کو حاصل کرنے میں کوشش کرتا کہ تو بادشاہ بن جائے- انتہی (مذکورہ شرح ختم ہوئی)-

یہ مذکورہ بحث نفیس بحث ہے علامہ متبحر شیخ شہاب ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''خاتمہ فتاویہ'' میں ذکر کیا کہ طریقہ نقشبندیہ ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو جاہل صوفیہ کے خرافات وکدورات سے محفوظ وسالم ہے-

---

[1] یوں سالک مجذوب کی انتہاء، مجذوب سالک کی ابتداء ہوئی -۱۲ سلطان غفرلہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

حضرت ملا علی قاری حنفی نے اس حدیث پاک کہ جو بازار میں داخل ہو اور وہ: ''لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ لَاشَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے ہزاروں نیکیاں عطا فرماتا ہے اور ہزاروں گناہ مٹا دیتا ہے اور ہزاروں درجات بلند فرماتا ہے کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ یہ فضیلت بازار کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ بازار غفلت کی جگہ ہے تو بازار میں ذکر کرنے والا جارح مجاہد کیطرح ہے تو یہ حدیث حضرات نقشبندیہ کی اس اصطلاحوں کی دلیل ہے کہ (ہماری) خلوت جلوت میں ہے اور گوشہ نشینی شرکت (مجلس) میں ہوتی ہے صوفی دور دراز علاقہ میں بھی قریب ہے عرشی ہونے کے باوجود فرشی ہے وغیرہ ذلک- جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیثِ مبارکہ کی تحقیق کرتا ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ ولاسلام کی احادیث کو سمجھتا ہو حضور کے اقوال وافعال کو بخوبی جانتا ہو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ طریقہ نقشبندیہ ہی وہ طریقہ ہے جس کو حضور نے اپنی بعثت کے بعد اپنایا اور صحابہ کرام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت نے بھی اس طریقہ کو اپنایا (اس سے بدعتی لوگ مستثنٰی ہیں) انتہی (ملا علی قاری کی عبارت ختم ہوئی)-

عارف محقق شیخ محمد مراد ازبکی نے اپنے رسالہ میں مطلع میں لکھا ہے کہ طریقت میں مقصودِ اہم کمالِ ایمان واسلام اور احسان (اخلاص) کا ہونا ہے احسان سے مراد ''حق الیقین' ہے جو دائمی عبادت کی کیفیت کو پیدا کرتا ہے-

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم طریقہ

ہے نہ تو اس میں (نقشبندی حضرات نے) زیادت کی گئی اور نہ کوئی کمی کی گئی ہے- طریقہ نقشبندیہ ظاہر و باطن میں دائمی عبادت سے عبارت ہے اس میں سنت وعزیمت کا علی وجہ الکمال التزام کیا جاتا ہے اور حرکات سکنات عادات وعبادات اور معاملات میں بدعت اور رخصت سے بالکل اجتناب کیا جاتا ہے- اس طریقہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا حضور نصیب ہوتا ہے کہ غیر خدا کا خیال بھول جاتا ہے اور مرید اپنی خودی کو ختم کر دیتا ہے اور اس طریقہ میں بوڑھے بچے سب فیض یاب ہوتے ہیں اور اس طریقہ کا شیخ مُردوں اور زندوں کو فیض پہنچا سکتا ہے اور اس کی انتہاء ابتدا میں درج ہے اس کی ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہاء ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں محبت ذاتیہ کی کشش پائی جاتی ہے محبت ذاتیہ اس کو نصیب ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو اس طریقہ کا سبب وذریعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس طریقے کی بنیاد دو چیزیں ہیں اور جس کو یہ دو چیزیں دی جائیں تو اس کو سب کچھ مل گیا-

1- ایک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع-

2- اپنے شیخ کامل کی محبت-

اس طریقہ میں تکلف کے ساتھ محبت نہیں پائی جاتی بلکہ تکلف کے ساتھ محبت اس میں زندیقیت ہے- شیخ کی محبت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے- خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر اپنا فضل واحسان کردے- تو شیخ کی محبت اپنی شرائط کے ساتھ باوجود ان مذکورہ دو اصول کے روحانیت کے رنگ میں رنگے جانے کے لیے کافی ہے- انتہی (شیخ ازبکی کی عبارت اختتام پزیر ہوئی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

ہمارے شیخ ظاہری وباطنی کمالات کے جامع - شیخ عبداللہ دہلوی نے اپنے رسالہ

جس کو ہمارے ایک پیر بھائی ''جہان آباد'' سے ''بغداد'' لے کر آئے تھے جو مرید کے آداب و نصیحت پر مشتمل ہے لکھا ہے کہ عالم شریعت وحقیقت شارح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے جب طریقہ قادریہ عالیہ میں فیض حاصل کیا اس کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوئے اور خواجہ محمد باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے اپنے طریقت مشائخ کے شجروں کو بیان فرمایا (آپ لکھتے ہیں کہ) منصف (انصاف دار شخص) کے لیے فنا و بقا کی کیفیات وحالات حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ سے کوئی طریقہ بھی افضل و احسن نہیں-فنا و بقا کی نعمت حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ ہی بہترین طریقہ ہے-آپ نے اس رسالہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے فیض یاب ہونے اور اپنے طریقت کے مشائخ کے شجروں کو بیان فرمایا-آگے جا کر فرمایا کہ تجھ پر نسبت حضور جس کو طریقت میں مشائخ احسان سے تعبیر کرتے ہیں حاصل کرنا ضروری ہے-انتھی-

طریقہ نقشبندیہ کے مختلف ادوار میں مختلف نام:

بیشک سلسلہ کے القاب زمانے کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہے-سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شیخ طیفور ابن عیسیٰ ابو یزید بسطامی تک اس طریقے (نقشبندیہ) کو طریقہ صدیقیہ کہا جاتا تھا-شیخ طیفور سے لے کر خواجہ خواجگان شیخ عبدالخالق نجدوانی تک ''طیفوریہ'' کہا جاتا تھا اور حضرت عبدالخالق غجدوانی سے لے کر امام طریقت شیخ بہاء الدین محمد اویسی بخاری تک ''خواجگانیہ'' کہا جاتا تھا اور آپ سے لے کر غوث اعظم خواجہ عبید اللہ احرار تک ''نقشبندیہ'' کہلایا ہے-

لفظ نقشبندیہ کا مفہوم:

لفظ نقشبندیہ منسوب ہے نقش بند کی طرف، نقش بند کا معنی نقش کا دل پر ثبت ہونا،

دِل پرنقش کا ثبت ہونے سے مراد کمال حقیقی کی صورت کا مرید کے دِل پر ثابت ہونا ہے۔

ان حضرات (نقشبندی) کا ذکر شروع سے لے کر حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند کے زمانہ تک انفرادی طور پر خفیہ اور محفل و جماعت میں جھراً ذکر ہوتا تھا، تو شیخ بہاء الدین نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے حکم سے (جو آپ نے عالم سیر میں شیخ بہاء الدین کو فرمایا تھا) دونوں حالتوں (انفرادی و اجتماعی) میں خفیہ طور پر ذکر کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد اجتماع ومحافل میں بھی خفیہ ذکر ہونے لگا۔ خفی ذکر مرید کے دِل میں انتہائی تاثیر کرتا ہے تو گویا اس تاثیر کو نقش کہا گیا اور ذکر خفی کو بند کہا گیا۔ مراد ربط نقش ہے نقش سے مراد ذکر کی مہر اور ربط (جس کا معنی ثبت ہونا ہے) سے مراد اس مہر کا ہمیشہ کے لیے ثابت رہنا اور کبھی بھی نہ مٹنا۔ لفظ نقشبند میں (اس کے علاوہ) اور بھی بہت سے معانی پائے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ''مَجْمَعُ الْاَسْرَارِ وَالْمَعَانِیْ قطب الطرایق غوث الخلائق، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ تک ''نقشبندیہ احراریہ'' کا کہا جاتا تھا آپ سے خواجہ شیخ شمش الدین حبیب اللہ جان جاناں حنفی دہلوی تک ''نقشبندیہ مجددیہ'' کہلایا۔ آپ سے لیکر ہمارے پیر و مرشد تک یہ طریقہ ''مجددیہ مظہریہ'' کہلایا ہمارے پیر بھائیوں نے اس کو طریقہ ''مجددیہ مظہریہ خالدیہ'' کے نام کے ساتھ موسوم کیا اس میں صحو صدیقی پائی جاتی ہے اور اس میں فنا سے بقاء حقیقی کیطرف رجوع پایا جاتا ہے۔ اس میں مخلوق کو ظاہری و باطنی ریاست کے ساتھ مخلوق خدا کو راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی دی جاتی ہے اور یہ طریقہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رسی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے پیر بھائیوں، دوست واحباب کو قیامت کے دن ان

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے دین کے بالکل مطابق ہے۔ دین کے سوا کوئی اور چیز اس میں قطعاً نہیں ہے۔۱۲۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ۔

حضرات کے جھنڈوں تلے اٹھائے۔

اس کتاب کے پڑھنے والے اس فقیر قصوروار کو اس طریقہ کے فضائل و مناقب کو طویل کرنے پر ملامت نہ کریں اسلئے کہ یہ طریقہ ایک نفیس جوہر ہے جس کی قیمت صرف انصاف کرنے والا اور ماہر شخص ہی جان سکتا ہے۔ یہ ایک نفیس جوہر کیوں نہ ہو، جبکہ اس کی بنیاد رکھنے والے انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امت میں افضل و اعلیٰ شخصیت، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

انتہائی گہری نظر اور کشف صحیح کے ساتھ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخصیت کی ابتداء انتہاء اور انتہا کی کوئی حد مقرر نہیں، وہ اس طریقہ کے امام شیخ الاسلام بہاء الدین نقشبند ہیں۔ اس طریقہ میں جس قدر ارادے پختہ ہوں اس قدر ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش و عنایتیں ملتی ہیں۔ یہ طریقہ طریقوں کی ماں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسرار و حقائق کا منبع ہے، اور اس طریقہ کی نسبت دیگر طرق سے انتہائی عظیم الشان ہے تو دیکھے گا کہ اولیاء کرام کے منکرین کو کہ وہ بھی اس طریقہ کی استقامت اور اعتدال کو سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کو دل کی گہرائیوں سے مانتے ہیں کہ اس طریقہ میں رخصت اور سماع کے لغویات سے اعراض کیا جاتا ہے اور اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ طریقہ جہلاء صوفیہ کے کدورات و خرافات سے محفوظ و سالم ہے اور بدعتیوں اور بے حیاؤں کے جھوٹ و فریب سے پاک ہے اور غلبہ علم دین، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے ساتھ اس طریقہ کو مزین کیا گیا ہے اور یہ طریقہ وہ ہے جس کو مقبولیت عامہ حاصل ہے اور ہر زمانے کے علماء کرام نے اس کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طریقہ ایک ایسا طریقہ ہے جو قرب خداتعالیٰ کے لحاظ سے زیادہ قریب اور بہت زیادہ سالم (بدعات و خرافات سے محفوظ) محکم اور واضح، اور ایک میٹھا،

صاف ستھرا، مشرب ہے، جو ہر طعن و تشنیع کرنے والے کے طعن سے محفوظ ہے۔ بیجا طعن و غصہ کرنے والا شخص اسکی خصوصیات کا ادراک نہیں کرسکتا، اگرچہ وہ ایک فضیلت کا متحمل ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس طریقہ کی وہ نفیس وعمدہ خوشبو نصیب کرے جو علوم کے اسرار کے انوار کی مہر کے ساتھ مہر زدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ کے مشائخ عظام پر رحم فرمائے۔

تو اے میرے بھائی! انصاف کی راہ اپنا اور حدود سے واقفیت حاصل کر تعسّف (بے راہ روی) نہ کر کیونکہ حق تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے اور باطل ان حضرات (نقشبندی) سے دور ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت میں ان حضرات کے جھنڈے تلے اٹھائے ار اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی پاک ارواح سے دنیا و آخرت میں نفع بخشے۔ آمین والحمدللہ رب العلمین۔

الباب الاول (پہلا باب)

جان لو! اللہ آپ کو تصدیق وتوفیق سے مشرف فرمائے- علم باطن کا جاننا ہر اس شخص پر جاننا فرض عین ہے جسکو قلب سلیم نصیب نہین ہوا- مراد علم باطن سے ان چیزوں کا علم ہے جو انسان کو ہلاک کرتی اور ہلاکت سے نجات بخشنے والی اشیاء، طریقت کے آداب واحکام و معاملات ہیں- مذکورہ اشیاء کا علم جذب الٰہی اور علم لدنی، نفوس قدسیہ (مراد مشائخ کاملین ہیں) کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے-

جن فقہا نے سلوک کو واجب کیا:

صرف ظاہری علم (علم دین) علم باطن کے حاصل کرنے سے انسان کو مستغنی (بے پروا) نہیں کرتا اکثر متقدمین ومتاخرین علماء سے مذکورہ بات ہے (کہ صرف علم ظاہر نجات کے لیے بغیر علم باطن کافی نہیں)-

احناف میں سے:

علامہ ابن ھمام، علامہ ابن شبلی، علامہ شرنبلالی، علامہ خیر الدین رملی، علامہ حموی (جو الاشباہ کے محشی بھی ہیں) وغیر ذلک-

شوافع میں سے:

سلطان العلماء عزا ابن عبدالسلام، امام غزالی، علامہ تاج الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ شیخ الاسلام قاضی زکریا انصاری، علامہ شہاب ابن حجر ھیتمی، وغیر ذلک-

مالکیوں میں سے:

عارف شیخ ابوالحسن شاذلی، خلیفہ شیخ ابو عباس، خلیفہ شیخ ابن عطاءاللہ سکندری، علامہ

عاف ابن ابوحمزہ، علامہ ناصر الدین القانی، شیخ علامہ محقق عارف احمد زردقی، وغیر ذلک۔

حنابلہ میں سے:

شیخ عبدالقادر جیلی، شیخ الاسلام شیخ عبداللہ انصاری ھِرَوی، شیخ ابونجار فتوحی وغیر ذلک۔

مذکورہ جیّد علماء ہیں ان سب نے علوم دینیہ میں کامل حصہ پانے کے بعد مشائخ عظام سے صحبت خدمت سلوک حسن اعتقاد واخلاص کے ذریعے فیض یاب ہوئے اور علوم باطن حاصل کرنے میں مشغول ہوئے تھے ، جیسے بعض علماء نے نقل کیا کہ میں نے امام غزالی کو دیکھا کہ آپ کے لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے ہاتھ میں لاٹھی اور وہ برتن تھا جس میں انگور نچوڑتے ہیں (مقصد یہ ہے کہ آپ نے مکمل طور پر صوفیاء وفقراء طریقت کی حالت بنائی ہوئی تھی۔) تو میں (نے غربت کی یہ حالت دیکھ کر) کہا اے امام! کیا اس سے بغداد میں تدریس کرنا بہتر نہیں تو آپ نے مجھے غصہ سے دیکھ کر کچھ اشعار فرمائے:

ترجمہ اشعار: فرمایا جب سے سعادت کا چاند ارادت کے آسمان میں طلوع ہوا اور سعادت کا سورج وصل کے اصل مقام کو پہنچا تو میں نے نفس کی لیلیٰ کو چھوڑ دیا اور میری محبوبہ علیحدگی میں ہے، وہی محبوبہ (جدائی وگوشہ نشینی) میری پہلی منزل ہے۔ مجھ پر شوق ومحبت کے دریا پھر سے امنڈ آئے ہیں، یہ منازل جس کی تو خواہش کرتا ہے چھوڑ دے، اتنی بات کہہ کر آگے چل دیے۔

شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

بہت ساری معتبر کتابوں میں علم باطن کے حاصل کرنے کو واجب قرار دیا مثلاً ''تحفۃ المحتاج'' میں شیخ محقق تبحر شیخ شہاب ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس

شخص کوقلب سلیم کی دولت عطا نہیں ہوئی اس پر واجب ہے کہ دل کی بیماریوں (جیسے کبر، ریاء عبادت میں سستی وغیرہ) کی دوائیوں کا علم حاصل کرے- جیسے علم طب کا حاصل کرنا واجب ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ علم طب کا وجوب علی الکفایہ ہے (محلے یا قریہ میں اگر ایک شخص طبیب ہے تو سب سے وجوب ساقط ہوگا) جبکہ علم باطن ایسا نہیں (علم باطن سب کے لیے یکساں واجب ہے ایک شخص کے حاصل کرنے سے دوسروں کے ذمہ سے اس کا وجوب ساقط نہ ہوگا) انتہی-

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کی ادویات کا علم فرض عین ہے-

خطیب شربینی شافعی شرح ''الغائیہ'' میں فرماتے ہیں

طہارت کی دو قسمیں ہیں- واجب و مسنون (سنت) پھر واجب کی دو قسمیں ہیں واجب بدنی اور واجب قلبی- واجب قلبی طہارت، حسد، عجب، ریاء، کبر، دنیا کی محبت، عبادت میں سستی، جیسی بیماریوں سے پاکی حاصل کرنا ہے-

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

طہارت قلبی (دل کی پاکی) کی حدود و اسباب اور اس کی دوایوں اور علاج کا جاننا فرض ہے- انتہی

خاتمہ المتاخرین شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علم باطن جیسے دل کی بیماریوں یعنی حسد، حرص، عجب، ریا، کبر، حقد، بخل اور وہ بیماریاں جو ان سے پیدا ہوتی ہیں ان کی حدود کو جاننا اور اس کے علاج کو جاننا اور ان بیماریوں کی ضدوں کا علم، جیسے رضا بالقضاء، قناعت، تحقیر نفس (نفس کو ذلیل کرنا) اخلاص،

عاجزی ، صفا ، سخاوت ، امام غزالی اور امام بغوی قاضی حسین وغیرھم فرماتے ہیں کہ ان (مذکورہ) بیماریوں اور انکی ضدوں کا علم فرض عین ہے- انتہی

شیخ علاء الدین حنفی دارالمختار میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ تعَلُّمَ الْعِلْمِ یَکُوْنَ فَرْضَ عَیْنٍ

جان لو کہ علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور فرض کفایہ اور مستحب ہوا کرتا ہے-

وَفَرْضَ کِفَایَۃٍ وَمَنْدُوْباً وَھُوَ التَّبَحُّرُفِیْ عِلْمِ الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْقَلْبِ

اور وہ (جو فرض عین ہے) علم فقہ اور دِل کے علم میں بہت زیادہ وسعت حاصل کرنا ہے-

میں کہتا ہوں (مؤلف کتاب) وسعت علم سے مراد قلب ہے اور یہ بات شیخ کی عبارت میں عطف سے مستفاد و معلوم ہے- (اس لیے کہ آپ اس کے بعد فرماتے ہیں)

وَاَمَّا اَصْلُ عِلْمُ الْقَلْبِ فَھُوَّ فَرْضُ عَیْنٍ

اور علم قلب پس وہ فرض عین ہے-

شیخ محقق طاہر خوارزمی کا قول:

عالم محقق شیخ طاہر بن سلام ابن قاسم انصاری خوارزمی رحمہ اللہ "جواہر فقہ" میں فرماتے ہیں:

لیکن علم قلب پس وہ ذوقی و وجدانی علم ہے جو قلموں کے زبانوں سے لکھا نہیں جاتا اور نہ ہی دفاتر[1] اور اوھام[2]، اس کا احاطہ کرسکتی ہیں، علم باطن، علم ظاہر کے مقابلے میں بمنزلہ میوہ بمقابلہ درخت کے ہے، اہمیت درخت تو ہے لیکن میوہ کے بغیر اس کا کوئی فائدہ نہیں- انتہی

1۔ دفاتر، دفتر کی جمع- س

2۔ اوھام، وہم کی جمع، خیال وفکر- مراد کتب وتحریر ہے- س

علامہ محمد آفندی کا قول:

علامہ محمد آفندی برکلی حنفی، طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں کہ غرور میں سب سے بڑا غرور و کبرا اپنے خطا، رائے پر غرور کرنا اور پھر اس پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا ہے اور کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت و رہنمائی کو نہ سننا بلکہ غیر کو جاہل سمجھنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تمام بدعتیوں اور گمراہ لوگوں نے اپنے برے عمل پر اصرار کیا اور یہ اصرار انکار اپنی رائے کے تکبر و غرور کی وجہ سے تھا اور اس غرور کا علاج انتہائی دشوار و سخت ہے۔ اس لیے کہ (اس قسم کا) مغرور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے اور اپنے غرور کو مکروہ (بُرا) سمجھنے کی بجائے نعمت اور بیماری کی بجائے صحت سمجھتا ہے تو وہ اس بیماری کا علاج نہیں کرتا اور نہ ہی طبیبوں کی بات سنتا ہے۔ طبیب علماء اہل سنت و جماعت ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ امام غزالی کی مراد (اس قول سے کہ طبیب علماء اہل سنت ہیں) دلوں کے طبیب و علماء آخرت اور وہ علماء ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور انکے ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہوتے اور یہ علماء ظاہر و باطن حقیقت و شریعت کے جامع ہوتے ہیں صرف علم ظاہر کا عالم اکثر اپنے دل کے علاج پر قادر نہیں ہوتا، تو دوسروں کے لیے کیسے معالج و طبیب بن سکتا ہے۔ یہ مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے کہ بسا اوقات طبیب لوگوں کا علاج کرتے ہیں لیکن خود بیمار ہوتے ہیں۔

علامہ شیخ حسن شرنبلانی کا قول:

علامہ شیخ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" میں فرماتے ہیں کہ طہارت شرعیہ شرط ہے، تاکہ بندہ عبادت کرنے کا اہل ہو جائے اور

عبادت کا فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اخلاص نصیب نہ ہو اور جب تک پوشیدہ نجاستوں سے پاکی حاصل نہ ہو پوشیدہ نجاستیں مثلاً: کینہ، فریب، بغض، حسد، ریاکاری، وغیرہ- طریقت میں پہلے دل کی اصلاح ہوتی ہے تاکہ تمام جسم کی اصلاح ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں (کی محبت) سے دل پاک ہو جاتا ہے اور (یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب) تمام مخلوق اور جس چیز کی طرف نفس میلان وخواہش کرتا ہے، سے تعلق قطع ہو جائے-

(جب مذکورہ کیفیت حاصل ہو جائے) تو پھر انسان صرف خدا تعالیٰ کا قصد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادت اس لیے کرتا ہے کہ وہ ذات مستحق عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کے جلال و بڑائی کی رعایت کرتے ہوئے اس کا حکم بجالاتا ہے وہ شخص عبادت اسلیے نہیں کرتا کہ اسکو جنت ملے اور نہ ہی جہنم کی آگ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے (بلکہ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ) خدا تعالیٰ بہت بلند و بالا ذات ہے اس خالق کی عبادت کرنا اس کا حق ہے، جیسے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ O[1]

میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے-

اس لیے وہ عبادت اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اور پھر جب وہ خدا تعالیٰ (بے نیاز) سے دینوی یا دینی حاجت کے بارے سوال کرتا ہے تو اپنی محتاجی کے اظہار اور اپنے مولیٰ کے قرب کی طرف بے چینی کا اظہار کرنے کی غرض سے کرتا ہے اور یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی جب زبان فضول باتوں سے پاک ہو جائے چہ جائے کہ جھوٹ وغیبت و بہتان سے پاک ہو اس کی تربیت، تسبیح وتہلیل اور قرآن پاک کی تلاوت پر مرتب ہو ممکن ہے کہ

---

[1] الذاریٰت: آیت نمبر ۵۶

مذکورہ شخص، عبدیت کی بعض صفات کے ساتھ موصوف ہو جائے اسلیے کہ عبدیت، عہد و پیمان کے وفا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے، (جو کچھ موجود ہے اس پر) راضی ہونے، جو پاس نہیں اس پر صبر کرنے کا نام ہے (جب یہ مقامات تمہیں حاصل ہو جائیں) تو تو فرد الفرد ولی بن جائے گا تجھ سے دنیا کی کوئی شے پوشیدہ و مجہول نہیں ہوگی اور پھر تمہیں نفس کی خواہش کی طرف کوئی شے مائل نہ کر سکے گی۔

شیخ ابراہیم حلبی کا قول:

شیخ ابراہیم حلبی نے ''شرح کبیر'' (مدیۃ کی شرح) شیخ شرف الدین اسمٰعیل ابن مقری کا ایک قصیدہ نقل فرمایا:

تُصَلِّیْ بِلَاقَلْبٍ صَلٰوۃً بِمِثْلِھَا　　یَکُوْنُ الْفَتٰی مُسْتَوْجِبًا لِلْعُقُوْبَۃِ

ترجمہ: تو دلی توجہ کے بغیر نماز پڑھتا ہے اس قسم کی نماز بندے کے لیے عذاب کا باعث بنتی ہے

فَوَیْلَکَ تَدْرِیْ مَنْ تُنَاجِیْہِ مُعْرِضاً　　وَبَیْنَ یَدَیْ مَنْ تَنْحَنِیْ غَیْرُ مُخْبِتٌ

افسوس ہے تجھ پر تجھے معلوم ہے کہ تو کس ذات کے ساتھ اعراض (بغیر توجہ) کی مناجات کرتا ہے۔ حالانکہ جو شخص اس ذات کے حضور (نماز میں، بغیر عذر) کے گلہ صاف کرے عاجزی کرنے والا نہیں ہوتا۔

وَلَوْرُدَّ مَنْ نَاجَاکَ لِلْغَیْرِ طَرْفَہٗ　　تَمَیَّزْتَ مِنْ غَیْظٍ عَلَیْہِ وَغَیْرَۃٍ

اور جس نے تجھے نجات دی اگر وہ تجھے اپنے سے دور کر دے[1]۔ تو تو غصہ و غیرت سے اس پر پھٹ پڑتا ہے۔

اَمَاتَسْتَحْیِیْ مِنْ مَالِکِ الْمُلْکِ اَنْ یَرٰی　　صُدُوْدَکَ عَنْہُ یَاقَلِیْلَ الْمُرُوَّۃِ

کیا تجھے مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ وہ دیکھ لے گا۔ تیرے اعراض کو اس

---

[1] یعنی غیر کا محتاج بنادے۔

سے اے کم مروت ومحبت والے۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بات عادت وتجربہ سے ثابت ہے کہ باطنی نجاسات سے پاکی حاصل کرنا تمام عبادات اور نماز میں حضور وعاجزی اس وقت حاصل ہوگی کہ تم خداتعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اس کیفیت کو مقام احسان کہتے ہیں اور یہ کیفیت (اکثر طور پر) صرف ایسے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو عالم کامل مذکورہ بیماریوں کے علاج پر خبردار ہو، اگر کوئی شخص ان بیماریوں کے بارے میں بہت ساری کتابیں یاد کرلے تب بھی شیخ کامل کی تربیت سے مستغنی (بے پروا) نہیں ہوسکتا (شیخ کی تربیت اس لئے ضروری ہے) تاکہ بندہ نفس امارہ کی رعونت اور خفیہ فریب سے بچ نکل سکے حالانکہ بہت سارے فقہی علماء ظواہر نفس امارہ کی خفیہ فریب میں مبتلا ہیں۔مشاہدات وتجربات، قطعی یقینیات کے ساتھ جاکر ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ

بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کا قول:

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "انوار قدسیہ فی العھو دالمحمدیہ" میں فرمایا کہ اس بات پر اہل طریقت کا اجماع واتفاق ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ایسے شیخ کی بیعت کرے جو اس کی تربیت کرتا رہے یہاں تک کہ اس سے وہ تمام صفات زائل ہو جائیں جو خداتعالیٰ کے قلبی ذکر میں رکاوٹ پیدا کرتے ہوں تاکہ انسان کی نماز درست ہو جائے۔

قاعدہ کلیہ:

جس چیز کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باطنی بیماریاں مثلاً دنیا کی محبت، تکبر، ریاکاری، حسد، وغیرہ کا علاج کرنا واجب اور ان بیماریوں کے حرام ہونے اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو عذاب ہونے پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے بھی کسی شیخ کو نہ پکڑا (تاکہ وہ اسکو ان بیماریوں سے نکلنے کی رہنمائی کرے) وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہوا اس لیے کہ شیخ کے بغیر کوئی ان بیماریوں کے علاج کے درست طریقہ تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اگر کسی نے اس علم میں ایک ہزار کتابیں یاد کرلیں تو وہ اس شخص کیطرح ہے جس نے علم طب میں ایک کتاب یاد کی ہو لیکن دوا کے بیماری پر اثر انداز ہونے کو نہیں جانتا اس نے جو کچھ کتاب میں پڑھا ہے اس کا ہی درس دیتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا طبیب سمجھتا ہے اگر کوئی اس سے بیماری کا نام اور اس بیماری کو دور کرنے کی کیفیت پوچھے تو وہ اس کو جاہل کہہ دیگا۔

طریقت کا انکار کفر ہے:

اور یہ بات کہنے سے بچو کہ صوفیہ کے طریقے قرآن وسنت سے ثابت نہیں (بلکہ من گھڑت ہیں) کیونکہ یہ بات کہنا کفر ہے اس لیے کہ صوفیہ کے طریقے تمام کے تمام اخلاق محمد یہ ہی تو ہیں۔ انتہی

امام علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب ''جواہر والدُرَرُ الصُغریٰ'' میں ہے کہ مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا وہ کونسی دوا ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان سے ریاکاری، نیک عمل پر فخر کرنا زائل ہو جائے۔ میں نے جواباً کہا اس کی دوا خدا تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے تاکہ دِل حقیقی توحید کے ساتھ منور ہو جائے اور اپنے نیک عمل کو خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ سمجھے۔ اپنا ان اعمال میں کوئی عمل دخل نہ سمجھے تو پھر اس کے اندر، ریاکاری، اور عمل پر فخر

کرنا، اپنے آپ کو گناہگاروں سے افضل سمجھنا باقی نہیں رہتا- کیونکہ (اس وقت) بندہ نیک عمل صرف خدا تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اور غیر خدا اس کا مقصد نہیں ہوتا- اور نہ ہی اس عمل میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کے ہاں (عمل نیک پر) کوئی دعوی باقی رہتا ہے پھر اس نے مجھ سے کہا (کہ ان بیماریوں کا) توحید حقیقی کے علاوہ بھی کوئی علاج ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ توحید کے علاوہ بھی ریا کاری کی کوئی زیادہ تیز دوا ہو اور کثرت ذکر قلبی کے ساتھ ریا کو ختم کرنے کا طریقہ تمام صوفیہ کرام کا مریدوں کے لیے وضع کیا ہوا طریقہ ہے اور انہوں نے ذکر قلبی کے ساتھ ہی اس راستے کو طے کیا ہے- عابدوں کا وہ گروہ خطا پر ہے جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت نماز روزہ میں مشغول رکھا اور اپنے اعمال کی ریا کاری کرتے ہوئے دنیا سے چلے گئے انہوں نے عبادت میں ذرہ بھر بھی اخلاص نہیں کیا-

حدیث اس بات پر گواہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَابِدُ الَّذِیْ یَقُوْلُ لَهُ الْحَقُّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اُدْخِلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ بَلْ بِعَمَلٍ O

ترجمہ: ایک عبادت کرنے والے کو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا تو وہ عابد کہے گا اے اللہ (میں تیری رحمت کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوتا بلکہ) اپنے عمل کے ذریعے داخل ہوتا ہوں-

یہ بات اس سے قرآن پاک کو نہ سمجھنے کی بنا پر صادر ہوگی کیونکہ قرآن کا سمجھنا دِل کے منور ہونے پر موقوف ہے تو ذکر کی مثال (قوت میں) پتھر کی اس شدید ضرب کی ہے جس سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ذکر قلبی کے علاوہ دوسرے اوراد و تلاوت کی مثال صابن کی ہے اس مثال سے تو سمجھ جا- انتھی (علامہ امام شعرانی کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

امام عبدالوہاب شعرانی کی ایک اور کتاب (جسکا نام) "اَلْاَجْوِبَةُ الْمَرْضِیَّةُ

عَنِ الْفُقَهَاءِ وَالصُّوْفِيَةِ " ہے-اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شیخ ابوالحسن شاذلی کی صحبت اختیار کرنے سے پہلے کہتے تھے کہ فقہ کے علاوہ (جو ہمارے پاس ہے) کوئی طریقہ بھی قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے لیکن آپ نے جب شیخ ابوالحسن شاذلی کی مجلس اختیار کی تو انہوں نے صوفیہ کے طریقوں کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ طریقت واہل طریقت کے قواعد وضوابط (شریعت) پر مبنی ہونے اور غیروں کا محض رسوم پر ہونے کی بہت بڑی دلیل صوفیہ کے ہاتھوں پر کرامات وخوارق کا واقع ہونا ہے جب تک کسی فقیہ نے صوفیہ کے طریقوں کی پیروی نہیں کی اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کبھی بھی کرامت واقع نہیں ہوئی اگرچہ وہ علم میں بہت بڑے درجہ پر فائز ہو-انتہی -

امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کرتے تھے کہ تم پر حدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے جن کو صوفیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی جاہل ضرور ہوتے ہیں لیکن جب انہوں نے ابوحمزہ بغدادی نے کی مجلس اختیار کی اور صوفیہ کرام کے احوال وکیفیات کو پہچانا تو اپنے بیٹے کو کہتے تھے اے بیٹے! تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ ہم سے علم میں مراقبہ میں، خداتعالیٰ سے خوف دنیا سے بے پرواہونے میں، اور بلند ھمت ہونے میں زیادہ ہیں-انتہی

اور اسی کتاب میں کچھ آگے جاکر فرماتے ہیں کہ امام شافعی صوفیہ کرام کے ساتھ بہت زیادہ بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ فقیہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ صوفیہ کی اصطلاح کو جانے تاکہ اس کو وہ علم حاصل ہو جو اس کے پاس نہیں-انتہی

اعتراض:

کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر باطنی امراض کا علاج ضروری ہوتا تو صحابہ تابعین اور مجتھدین میں سے کوئی اس موضوع پر کوئی کتاب لکھتے، حالانکہ ہم نے اس قسم کی انکی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

جواب:

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بیماریاں ہم میں پیدا ہوئی ہیں۔صحابہ کرام، تابعین کرام کے زمانے میں یہ بیماریاں نہیں تھیں اگر تھیں بھی تو مجتھدین نے انکی دواؤں کو اور اس موضوع پر کتابوں کو مہیا کیا اور لوگوں کو ریا، نفاق سے خلاصی عطا کی۔ بلکہ یہ حضرات تو سب سے زیادہ صوفیہ تھے اس لیے کہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت وخوف سب سے زیادہ تھا اور اپنی جانوں میں خدا تعالیٰ کی زیادہ مراعت کرتے تھے کوئی عقلمند شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ یا تابعین یا مجتھدین میں سے فلاں متکبر تھا یا ریاکار یا حسد کرنے والا، یا نفاق والا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس چیز کا اقرار کیا بلکہ انہوں نے تو ان بیماریوں کی دوا قرآن وسنت سے حاصل کی تھی تاکہ وہ ان کبیرہ گناہوں سے بچ نکل سکیں۔بس صرف اتنی بات ہے کہ جس شخص پر باطنی بیماریوں میں سے کوئی بیماری غالب آجائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شیخ کامل کو تلاش کرے کہ وہ شیخ اسکو اس سخت کیچڑ سے باہر نکال دے۔ایسا شخص اگر شیخ کامل کو اپنے شہر یا صوبے میں نہ پائے تو اس شخص پر شیخ کی طرف سفر کرنا واجب ہے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے باطنی بیماریوں سے سلامتی عطا کی ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل پیروی کرتا ہو جیسے آئمہ مجتھدین تو وہ شخص شیخ کا محتاج نہیں اس لیے کہ اس نے اپنے علم پر علی وجہ الاخلاص عمل کیا اور یہی صوفی کی حقیقت ہے (جو اس میں موجود ہے)۔

امام قشیری فرماتے ہیں، باطنی بیماریاں تیسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئیں

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

خیر القرونِ قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم

بہترین زمانوں یا صدیوں میں میرا زمانہ یا صدی ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے کے لوگوں کے قریب زمانے کے ہوں۔ (تابعین) پھر ان لوگوں کا جن کا زمانہ انکے (تابعین) زمانے کے قریب ہو (تبع تابعین)۔

تو جس شخص کے خیر پر ہونے کی خود حضور ﷺ گواہی دیں بیشک اس نے رتبۂ کمال کو حاصل کیا۔ انتہی ملخصاً۔

اور "اَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّہ" میں ہے کہ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے صوفیہ کرام کی مجالس کو اختیار کرتے تھے اور انکے ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے تو ان دونوں اماموں سے کسی نے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ان جاہلوں کی مجلسوں کو اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمام کا تمام معاملہ ان لوگوں کے پاس ہے اور وہ معاملہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اسکی معرفت ہے۔ یہ بات ابن ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے۔ انتہی

امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "مَشَارِقُ الْاَنْوَارِ الْقُدْسِیَّۃِ فِی الْعُھُوْدِ الْمُحَمَّدِیَہ" میں ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عہد عام کی خلاف ورزی کی ہے کہ ہم اس علم کے درپے نہ ہونگے جو ہم سے عمل کا مطالبہ کرے اور ہم اس پر عمل نہ کریں اور آج اکثر لوگوں کا یہی حال ہے (کہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے)، پھر فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کے اس عہد پر عمل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر منازل سلوک طے کرے تاکہ اسے خدا کی طرف توجہ کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے مراتب حاصل ہوسکیں جیسے کے عمل کرنے والے علماء تھے۔ میں نے شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ

تعالیٰ علیہ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ہر فقیہ (علم فقہ کا عالم) جو سلوک کو حاصل نہیں کرتا۔ اس خشک روٹی کی طرح ہے جس میں کوئی سالن نہ ہو۔ میں نے ہمارے سردار علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طالب العلم علم حاصل کرنے میں اس وقت تک کامل طالب العلم نہیں ہوسکتا جب تک کسی شیخ طریقت کی صحبت اختیار نہیں کرتا تاکہ وہ نفس کی رعونت و فریب سے نکل سکے اور جو طالب العلم علم کے ساتھ اہل طریقت میں سے کسی شیخ کی صحبت اختیار نہیں کرتا وہ بسا اوقات نفس کی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرنے کا دعویدار ہو جاتا ہے اور خود کو بہت کم بے عمل سمجھتا ہے اور اس کے ذہن میں ایسے دلائل قائم ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور جس کو میری اس بات میں شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے، تو اے میرے بھائی! کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر اور اس کی خدمت کو لازم پکڑ اس کے جفا پر صبر کر اس لیے کہ جو شخص تجھے کسی بہترین شے پر مطلع (خبردار) کرنا چاہتا ہو تو وہ تجھے دنیاوی اغراض و مقاصد کی طرف متوجہ نہیں کریگا کیونکہ علم ایک بہت بڑی برتری ہے، اور نفس کا اس میں مکر و فریب کے ساتھ عمل دخل ہوتا ہے اور بسا اوقات مشائخ پر بھی علم پوشیدہ رہتا ہے، طلبہ کی تو بات ہی کیا اور خدا ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت اور دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ

اے اللہ میں اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو اور اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو۔

طبرانی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا:

کُلُّ عِلْمٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِہٖ

ہر علم اس کے صاحب پر وبال ہے مگر وہ علم جس پر اس نے عمل کیا۔

ایک اور مرفوع حدیث میں ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ بِعِلْمِہٖ

قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے سخت عذاب (اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا (عمل نہ کیا) انتہی۔

امام شعرانی اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے کبھی کوئی ولی دنیاوی و اخروی نعمتوں پر خوش نہیں ہووے انکا ہونا نہ ہونا ان کے ہاں برابر ہے اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں کسی شے کا مالک نہیں سمجھتے تو اے میرے بھائی! تو اس نفیس و عمدہ شہد کو (کسی شیخ کامل سے تعلیمِ سلوک حاصل کیے بغیر) نہیں چکھ سکتا۔ اور اگر تو اس کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کوئی ایسا شیخ تلاش کر جو تجھے اس کی طرف رہنمائی کرتا رہے ورنہ تیرے لیے اس نفیس شہد کی طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اگرچہ جن وانس کی عبادت بھی کر لے اور یہاں سے سالک اور عابد میں فرق واضح ہوا، عابد ایک بیماری کو دور کرنے کے لیے پانچ سو سال عبادت میں مشغول رہنے کے باوجود اس سے نکل نہیں سکتا، جبکہ بسا اوقات سالک طریقت پر پہلا قدم رکھتے ہی اس بیماری سے نکل جاتا ہے یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا طریقہ پہلے ملک[1] سے شروع ہوتا ہے پھر فعل سے اور پھر وجود سے اور عابد ان تینوں میں سے کسی سے بھی کچھ مزہ نہیں چکھ سکتا۔

تو خدا کی قسم وہ شخص کامیاب ہوا جس کا کوئی شیخ ہے اور وہ نقصان وخسارے میں رہا جس نے کوئی شیخ نہیں پکڑا یا شیخ کو تو پکڑا لیکن اس کی نصیحت کو نہ سنا۔ انتہی

''حکم عطائیہ'' کی شرح کرتے ہوئے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے ہاں قرب خداوندی کا بہترین

[1] کہ سالک ابتداء طریقت میں ہی اپنی ملک فعل، وجود کی نفی کرتا ہے۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ

طریقہ یہ ہے کہ اپنے وجود کی نفی کی جائے اگر چہ نماز روزے بھی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع وطریقے ہیں لیکن ان کے ساتھ رسائی مکمل نہیں ہوتی۔ مکمل رسائی اپنے وجود کی نفی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور طریقت کے ذریعے سالک کے وجود کی نفی اور طریقت کے ذریعے سالک اپنے اوصاف میں کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے اور اپنے مولیٰ کا بندہ خالص بن جاتا ہے خدا تعالیٰ اس وقت پوری طرح لطف وکرم فرماتا ہے۔

اے سالک! اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے قیامت کے دن کے لیے ایک بہترین سامان مہیا کیا ہے (مراد طریقت ہے) اور خدا تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونے کا بہترین ساتھی و معاون ہے، اور طریقت میں اپنے تمام اوراد (طریقت کے اوراد کے علاوہ) کی طرف التفات نہ کر۔ انتہی (یہاں تک عبارت اختتام پزیر ہوئی)

کسی نے کہا ہے کہ تیرا وجود[1] ہی گناہ ہے۔ اس پر اور گناہ نہ ڈال۔ علامہ تبحر فی العلوم شریعہ والحقیقہ شیخ شہاب ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ عظام کے بیعت کرنے میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ تو بیعت کرنے سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بعض تربیت وسلوک کے منازل طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پہلا شخص جس سے چاہیے بیعت کرلے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور دوسرا شخص۔ پس اس پر اس قوم (صوفیہ کرام) کی اصطلاحات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انکے (جو ممنوعات وملامت سے محفوظ وسالم ہیں) زمرے میں شمار فرمائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت تک بیعت کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک کسی شیخ کے حال کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ نہ لائے۔ یوں کہ مرید کا نفس شیخ کی پرکشش حالت سے مضمحل[2] (مدھم) ہو جائے پھر اس شیخ کی رہنمائی حاصل کرنا اور انکے تمام اوامر ورسومات (رسومات

---

[1] یعنی چاہیے کہ اپنے وجود کو فنا کیا جائے۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ

[2] یعنی شیخ پر مکمل اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد بیعت ہونا چاہیے۔ ۱۲ سلطان احمد عفی اللہ عنہ۔

طریقت) سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ مرید میت کی طرح ہو جائے۔ غسل دینے والے کے ہاتھ میں کہ غسل دینے والا جیسے چاہے الٹا سیدھا کرتا ہے (اسی طرح شیخ کے حضور بھی میت کی طرح اپنے تمام تر اختیارات ختم کرنا ہونگے) اور اگر اپنے شیخ کے ساتھ مذکورہ حالت مرید کو حاصل نہ ہو تو مشائخ کی ورع (شبہات سے پرہیز کرنا) کے بارے میں غور کرے اور شریعت وحقیقت کے قوانین کا علم حاصل کرے پھر شیخ کے اشارہ و رسوم کو تسلیم کرے اور جو مریدان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس پر شیخ کا چھوڑنا حرام ہے۔ انتہی (شیخ شہاب ابن حجر کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

شیخ اکبر نے اپنی کتاب ''اَلْاَمْرُ الْمُحْکَمُ الْمَرْبُوْطُ'' میں فرمایا:

شیخ اور اس کے تمام شاگردوں پر واجب ہے کہ جب کسی دوسرے ایسے شیخ کو دیکھ لے جو اس سے مرتبہ میں فوق ہو یہ کہ اس کی خدمت کو لازم پکڑے کیونکہ یہ شیخ اور اس کے شاگردوں کے حق میں اصلاح ہے اور اگر اس کی خدمت و بیعت کو لازم نہ پکڑے تو وہ منصف (انصاف ور) نہیں اور نہ ہی وہ ہمت والا ہے بلکہ بزدل ہے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ناقص ہے کیا تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دیکھا کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے اور اگر حضرت الیاس وعیسیٰ علیہم السلام ہوتے تو شریعت محمدی کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تو اسی طرح طریقت کے مشائخ کے لیے بھی ضروری ہے (کہ اپنے سے مرتبہ میں اگر کوئی فوق شیخ ہو تو اس کی خدمت کو لازم پکڑے اور اس طلب فیض کرے)۔ انتہی

منن کبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ پھر جب بھی میں نے طریقت میں اپنے سے طریقت کو زیادہ جاننے والا دیکھا تو میں نے اسکی شاگردی اختیار کی اگرچہ مجھے دوسرے شیخ سے خلافت واجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو کیونکہ معرفت کے مقامات میں کوئی

ایسی حدوانتہانہیں کہ بندہ وہاں رک جائے۔(اور آگے نہ بڑھ سکے) انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ جب ایک شیخ پر دوسرے (اس سے کامل) شیخ کی خدمت واجب ہے اور مشائخ عظام کا طریقہ بھی یہی تھا تو اس شخص کے بارے میں تم کیا کہو گے جس نے طریقت کے اسرار کی ہوا بھی نہیں پائی یا پائی تو ہے لیکن وہ ناقص اور تحقیق کی رفعت (بلندی) سے گری ہوئی ہو، تو اے میرے بھائی! تو اسرار طریقت کا قصد کر اور اپنے نفس کو اصحاب طریقت کے سپرد کردے تاکہ تو تصدیق اور خالص ذوق کے مرتبہ پر فائز ہو جائے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی ہی طاعت وعبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنَ

میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

تمام عبادات میں سے وہ عبادت افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کردے اور وہ توحید کی دنیا میں سلوک وطریقت ہے۔سلوک کے لیے مرشد کامل اور استاذ فاضل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ طریقت غیب کا ایک راستہ ہے اور غیر محسوس چیز ہے اور اس کی بنیاد نفس کی مخالفت پر ہے۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ بہت سارے طبیب نفس کی بیماری کے علاج سے عاجز ہوتے ہیں، کیونکہ نفس کے خفیہ فریب اس کے صاحب پر مخفی ہوتے ہیں اور نفس ہی دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن بھی ہے اور سب سے بڑا دوست بھی۔اسی لیے وارد ہوا ہے کہ مومن مومن کا (آئینہ) شیشہ ہے۔جس کی مدد سے مومن کامل دوسرے مومن کے نفس کے خفیہ فریب پر تسلط کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ کسی مرد کامل کی طرف تسلیم ہونے کے بعد حاصل ہوگا۔اسی لئے بزرگانِ دین اور اہل اللہ حضرات نے کہا کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب کا راستہ انتہائی شرافت اور عزت والا ہے۔اسلیے کہ یہ

راستہ انتہائی اہم مقاصد و مطالب تک پہنچاتا ہے تو یہ راستہ رکاوٹوں اور ہلاک کرنے والی چیزوں کے ساتھ پوشیدہ اور بند ہے جب تم نے ہلاکت کے اس گڑھے کا علم حاصل کرلیا تو یہ بات یقینی وضروری ہے کہ سالک مرشد کامل فاضل کا محتاج ہے شیخ کامل اپنے مریدین کو ہلاکت کے راستوں سے بچاتا ہے تو مرید صادق جب شیخ کامل کی دلیل پر سلوک کرتا ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہو جائے اور اپنے قصد و ارادہ میں سچا ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حالت کا لحاظ فرماتا ہے پھر اللہ شیخ کی گفتگو اور لفظ سے اس کو فیض پہنچاتا ہے یہی کیفیت ہمارے سردار و مرشد قطب ربانی، عالم صمدانی چشم و چراغ خاندانِ عثمانی سلطان العارفین ضیاء الدین حضرت مولٰنا شیخ خالد نقشبندی (اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے) کی ہے۔

شیخ نجم الدین قدس سرہ فرماتے ہیں جب ہتھوڑا، روئی دھننے کا ڈنڈا، لوہار کی دھونکنی اور کوئلہ وغیرہ آلات جمع کیے جائیں لیکن وہاں ماہر استاذ نہ ہو کہ ان آلات کو اپنے اپنے محل میں استعمال کرے (اس وقت تک) کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی، اسی طرح مرید کے دل کا آئینہ کسی شیخ کامل کے ساتھ قلبی رابطہ کے بغیر صاف و شفاف نہیں ہوسکتا اور صفائی آئینہ اس وقت ہوگی کہ شیخ پر اعتراض نہ کرے۔ حالت قبض و بسط تمام حالات میں دوام رضا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۝[1]

تم بہت سی چیزوں کو برا سمجھو گے حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ پر اس کے ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بندہ کے بارے میں ماں باپ سے زیادہ جاننے والا بھی ہے اور (مخلوق میں) شیخ مرید کے مصالح و فوائد کو زیادہ جاننے والا ہے۔ انتہی (شیخ نجم الدین قدس سرہ کی عبارت مکمل ہوگئی)

---

[1] البقرۃ: آیت: ۲۱۶

اور جب مرید کی توجہ مخلوق سے خالق کی طرف ہو جائے اور مخلوق اس کو اجنبی محسوس ہونے لگیں اور نفس کی آفات سے بری ہو جائے اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات دوام پکڑ جائیں تو اس وقت اس مرید کو عارف کہا جاتا ہے، تو جتنا اپنے نفس سے اجنبی ہوتا جائے گا اس قدر اس کی معرفت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دائیں بائیں کے درمیان ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

اَتوَقِ نَفسکَ لَاتَامِنُ مِنُ غوَائِیھَا - فَاالنَّفسُ اَخبَثُ مِنُ سَبعِینَ شَیطَانًا

ترجمہ: ''کیا تم اس نفس کی حفاظت کرتے ہو؟ جس کی مصیبتوں سے تم کبھی امن وحفاظت میں نہیں رہ سکتے۔ نفس ستر شیطانوں سے بھی زیادہ خبیث ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نفس وشیطان پر کامیابی عطا فرمائے اور ہم سے آفاقی وانفسی پردے دور کر دے۔

(دوسرا باب)

جان لو کہ جب کوئی شخص معرفت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اندر عشق واشتیاق (طلب معرفت) کی آگ بھڑک اٹھی اور غفلت کے پردوں کو عشق واشتیاقِ معرفت کی آگ کے ساتھ جلا دیا تو اس شخص کو چاہیے کہ گناہوں سے سچی توبہ کرے اور عقیدہ اہل سنت والجماعت یعنی فرقہ ناجیہ (کامیاب گروہ) ماتریدیہ اشعریہ کو مضبوطی سے اپنا لے اور رخصت کی طرف متوجہ و مائل بھی نہ ہو، بدعت سے اجتناب کرے پھر کسی شیخ کامل مکمل کو تلاش کرے جب کہ شیخ میں وہ صفتیں ہونی چاہئیں جس کو علامہ شہاب ابن حجر مکی نے تمدمہ میں ذکر کیا ہے جب اعلیٰ صفات پائی جائیں گی تو ادنیٰ صفات خود بخود پائی جائے گی۔ بیعت کرنے کے بعد بدنی، مالی، قلبی، تمام شرائط وآداب کے ساتھ خدمت شیخ میں مشغول ہو

جائے کیونکہ بے ادبی برکت کے زوال کا سبب بنتی ہے اور بے ادبی کی وجہ سے نور ظلمت (تاریکی) اور حجاب میں تبدیل ہو جاتا ہے اور معنوی دوری ضرر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کہ شیخ کی طبیعت ومزاج اس بے ادبی سے متغیر ہو یا نہ ہو۔

حکایت:

چنانچہ نقل ہے کہ امام زفر وضو فرما رہے تھے آپ کے قریب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا لیکن دوران وضو، امام زفر اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کھڑے نہ ہوئے اور تعظیم نہ کی جس کی وجہ سے امام زفر کی روایت مذہب میں ضعیف ہوتی ہے حالانکہ امام زفر کا شمار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے۔

شرائط وآدابِ مرید:

وہ شرائط جو (طریقت میں) مرید کے لیے ضروری ہیں۔ گیارہ ہیں:۔

۱۔ شیخ کے افعال پر کبھی بھی اعتراض نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو شیخ کے افعال[1] میں تاویل کرنی چاہیے اور معاملہ اپنے قصور فہم پر محمول کرنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی بنیاد پر محمول کرنا چاہیے، کیونکہ شیخ پر اعتراض کرنا ہر قبیح (بری چیز) سے زیادہ قبیح ہے اور اعتراض کرنے والا مغرور بھی نہیں ہوتا تو وہ حجاب جو اعتراض سے پیدا ہو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اور اس پردے کو دور کرنا بھی ناممکن ہے۔ اعتراض کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مرید پر فیض کے تمام راستے مسدود (بند) ہو جاتے ہیں۔

تو اے میرے بھائی! ایسی عاجز کر دینے والی بیماری سے اجتناب کرنا۔

---

[1] ممکن ہے کہ ان افعال سے مراد وہ افعال ہوں جو ظاہراً خلاف شرع ہوں اسلئے کہ تاویل تب ہی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۔ سلطان احمد عفی عنہ

۲- شرائط مرید میں سے ایک یہ ہے کہ جو بھی خطرہ (وسوسہ) اسے پیش آئے تو وہ اپنے شیخ کے حضور بیان کر دے تا کہ وہ اس کا علاج کرے کیونکہ شیخ طبیب کی طرح ہے جب بھی اسکو مرید کے احوال پر اطلاع ہو جائے تو اس کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مرید کی بیماری کو دور کرتا ہے، اور شیخ کے کشف پر اکتفا نہ کیا جائے (کہ مجھے اپنے وسوسے و احوال باطنی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے شیخ پر میرے احوال ظاہر اور منکشف ہیں) کیونکہ کشف کبھی تو درست ثابت ہوتا ہے اور کبھی خطا ثابت ہو جاتی ہے (کبھی کشف سے جو چیز ظاہر و منکشف ہو جاتی ہے در حقیقت وہ ویسے نہیں ہوتی اس کو خطا کشفی کہتے ہیں) اور خطائے کشفی خطائے اجتہادی کی طرح ہے۔ اولیاء کرام کے نزدیک کشف اگر درست بھی ہو تو جب تک ظاہر اس کے موافق نہ ہو اس وقت تک اس پر حکم مبنی نہیں ہوتا اس بات کو یاد رکھ کیونکہ یہ بہت عمدہ و نفیس بات ہے۔

۳- شرائط مرید میں سے یہ ہے کہ مرید طلب معرفت میں صادق (سچا) ہو تنگی کی وجہ سے طلب معرفت چھوڑنا نہیں چاہیے اور سلامتی و تکالیف کی وجہ سے فتور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے شیخ کے ساتھ فرط محبت، جان، مال، اولاد سے بھی زیادہ ہونی چاہیے اور یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ مقصود (قرب الٰہی) مجھے شیخ کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

۴- مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے ان افعال کے علاوہ جن کا وہ حکم دے تمام افعال عادیہ میں شیخ کی پیروی نہ کرے کیونکہ بسا اوقات شیخ بعض افعال اپنے مقام وحال کے مطابق کرتا ہے اور وہ افعال مرید کے لیے زہر قاتل ہوتے ہیں۔

۵- شرائط مرید میں سے ہے کہ شیخ جس ذکر یا مراقبہ کی تلقین کرے اس پر مکمل طور پر عمل پیرا رہے اور دیگر تمام اوراد و وظائف کو ترک کر دے کیونکہ شیخ کی فراست، اس بات کا تقاضا کرتی ہے (کہ شیخ کے بتائے ہوئے ذکر کے علاوہ دیگر تمام وظائف ترک کر دیے

جائیں)اور شیخ کی فراست خداتعالیٰ کے نور سے ہے۔

۶۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ مرید خود کو تمام مخلوق میں سے سب سے کمتر اور حقیر سمجھے اور اپنے بارے کسی پر بھی اپنا حق نہ سمجھے اور دوسروں کے حقوق کو پورے طور پر ادا کرے اور مقصود کے علاوہ تمام چیزوں سے قطع تعلق رہے۔

۷۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ شیخ کا حکم اور تعظیم انتہائی درست واحسن طریقے سے بجا لائے اور شیخ کے حکم وتعظیم میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے اور بتائے ہوئے ذکر کے ساتھ اپنے دل کو آباد رکھے، غفلت وبدگمانی سے خود کو دور رکھے۔

۸۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دنیا وآخرت میں سے کوئی چیز مقصود کی حد تک نہیں ہونی چاہیے (مقصود صرف اللہ تعالیٰ اور رضائے خدا ہو بس) حتیٰ کہ حال- مقام (مقام ولایت) فناء و بقاء کو بھی مقصود نہیں بنانا چاہیے، ورنہ وہ مرید (جو ان چیزوں کو مقصود سمجھتا ہے) اپنے نفس کے کمال کا طالب ہوگا تو ضروری ہے کہ مرید شیخ کے حضور ایسے ہو جیسے میت غسل دینے والے کے[1] سامنے ہوتی ہے۔

۹۔ شیخ کی بات کو کبھی بھی رد نہ کرے، اگر چہ مرید حق بجانب ہی کیوں نہ ہو بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ شیخ کی خطا بھی میری درستگی سے قوی اور بہت بہتر ہے۔

۱۰۔ اس بات کی طرف اشارہ نہ کرے جس بارے شیخ نے پوچھا نہ ہو۔

۱۱۔ شیخ اور شیخ کے خلفاء ومریدین میں سے ہر اس مرید کا حکم تسلیم کر لینا چاہیے جو شیخ کا منظور نظر ہو۔

مرید کبھی بھی کسی پر غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ذکر کے نور کو ختم کر دیتا ہے اور آداب میں سے ہے کہ طلباء (دینی طلباء مراد ہیں) کے ساتھ مناظرہ، مباحثہ اور جنگ وجدل ترک کر

---

[1] یعنی اپنے اختیار وخواہش کو شیخ کے حکم پر قربان کر دینا چاہیے، جو حکم فرمائے اپنے اختیار وخواہش کے بغیر سر تسلیم خم کر لینا چاہیے-۱۲- سلطان احمد عفی اللہ عنہ

دے کیونکہ مناظرہ نسیان (بھول جانے کی بیماری) اور کدورات کو پیدا کر دیتا ہے- جب بھی کسی کے ساتھ بحث مباحثہ ہو جائے اگر چہ خود حق بجانب ہی ہو، اس سے معذرت کرے اور استغفار و توبہ کرے اور کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے بلکہ ہر ایک کے بارے میں یہ گمان کرے کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام یا اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے اور اس سے دعا طلب کرے-

شیخ عارف محقق تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ جاننا چاہیے کہ شیخ کے بعض حقوق کی بجا آوری تب ہی ممکن ہے کہ حسن ادب کی رعایت کی جائے اور مشائخ طریقت کی تعظیم شیخ کے بڑے حقوق میں سے ہے اور حسن ادب کی رعایت نہ کرنا عین نقصان و تقصیر ہے کیونکہ مرید شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں- انتہیٰ

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ اہل محبت الٰہیہ کے نزدیک ظاہری ماں باپ کے رشتے سے یہ (باطنی) رشتہ بہتر و اعلیٰ ہے کیونکہ باطنی رشتہ وہ رشتہ ہے جس نے حضرت بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں سے قرار دیا-- جس رشتہ سے ابوطالب دور ہوئے اور محروم ہو گئے- ظاہری نسبت نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ ابوطالب ظاہری رشتہ میں حضور کے بہت قریب تھے اسی لیے اس عظیم رشتہ کی طرف سلطان العاشقین شیخ شرف الدین عمر بن فارض قدس سرہ نے اپنے شعر میں اشارہ فرمایا:

نَسَبٌ اَقْرَبُ فِی شَرْعِ الْهَوٰی   بَیْنَنَا مِنْ نَسَبٍ مِنْ اَبَوٰی

شریعت کا رشتہ ہمارے ہاں ظاہری ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قریب و افضل ہے-

طریقت میں شیخ کے متفقہ پندرہ آداب:

طریقت میں شیخ کے آداب میں سے جو جمہور مشائخ کے نزدیک متفقہ ہیں پندرہ ہیں:

۱- مرید کا اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ میرا مقصود و مطلوب میرے شیخ کے

ہاتھ پر ہی حاصل ہوگا، اور جب کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ کرے گا تو اپنے شیخ سے محروم ہو جائے گا اور فیض کا دروازہ اس پر بند ہو جائے گا۔

۲۔ شیخ کے تمام تصرفات پر راضی اور سر تسلیم خم کرے شیخ کی خدمت مال بدن کے ساتھ کرے کیونکہ ارادت ومحبت کا جوہر خدمت کرنے کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اور صداقت واخلاص کا وزن خدمت کے ترازو کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔

۳۔ تمام امور میں (امور کلیہ ہوں یا جزئیہ عبادت ہو یا عادت) شیخ کے اختیار ومرضی کے سامنے اپنی مرضی واختیار کو ختم کردے۔

۴۔ شیخ کے ساتھ دھوکہ بازی مکروفریب سے دور رہے اور شیخ جن چیزوں کو، ناپسندیدہ جانے خود بھی انکو ناپسند کرے۔

۵۔ وقائع (خواب کشف وغیرہ) کی تعبیر پر اطلاع پانے کی خواہش نہ رکھے اگر ان چیزوں کی تعبیر ان پر ظاہر ہو بھی جائے تو اس پر اعتماد نہ رکھے اور جب مکاشفات خواب وغیرہ شیخ کے حضور بیان کردے تو بغیر مطالبہ کے جواب کا انتظار کرے اگر کسی نے شیخ سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا تو شیخ کے حضور جلدی جواب دینے سے بچے۔

۶۔ شیخ کی مجلس میں آواز کو پست رکھے کیونکہ اکابرین کے ہاں شیخ کے حضور با آواز بلند بات کرنا بے ادبی ہے تو ضروری ہے کہ شیخ کے ساتھ سوال جواب میں بسط[1] کا دروازہ نہ کھولے کیونکہ اس سے مرید کے دل سے شیخ کا رعب ختم ہو جاتا ہے جو حجاب کا باعث ہوگا۔

۷۔ شیخ کے ساتھ گفتگو کرنے کے وقت کو پہچانے لہذا شیخ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ادب خشوع وخضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف کیفیت بسط[2] میں ہی گفتگو کرے۔ ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ کرے اور بعد میں شیخ کے جواب کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو ورنہ کامیابی

---

[1] یعنی سوال جواب میں بے تکلفی پیدا نہ کرے۔

[2] یعنی جب شیخ پر خوشحالی کے آثار ہوں اور شیخ گفتگو کرنا چاہتا ہو۔

سے محروم ہو جائے گا اور جو شیخ سے محروم ہو جائے کامیابی دوسری دفعہ اس کی طرف بہت کم لوٹتی ہے۔

۸۔ شیخ جن اسرار کو پوشیدہ و مخفی رکھنا چاہتا ہو مریدان اسرار کو پوشیدہ و مخفی ہی رکھے۔

۹۔ تمام احوال، واقعات، کشفیات، کرامات جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے انکو شیخ سے مخفی نہ رکھے۔

۱۰۔ لوگوں کے سامنے شیخ کی ہر بات نہ کرے مگر وہ بات جو انکے سمجھ و عقل کے مطابق ہو بیان کرے۔

۱۱۔ جب شیخ پر عقیدہ قوی، پختہ ہو جائے تو شیخ کے حضور یہ عرض کرے کہ میں آپکے حضور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں جب شیخ انکو قبول کر لے تو انکے حضور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے بلکہ شیخ کی خدمت کرے تاکہ شیخ کی بارگاہ میں مکمل قبولیت سے ہم کنار ہو جائے جب شیخ کسی چیز کی تلقین کرے تو اس میں خود کو مشغول و مصرف رکھے اور کسی وسوسہ ڈالنے والے کے وسوسہ کی پرواہ نہ کرے اگرچہ وہ وسوسہ خیر کا ہو۔

۱۲۔ کسی کے سلام کو شیخ تک پہنچانے کا بوجھ کبھی بھی[1] نہ اٹھائے کیونکہ یہ بھی بے ادبی ہے جیسے کہ آداب مریدین میں ذکر ہے۔

۱۳۔ مرید کی توجہ اس کی طرف ہو جس کا شیخ ارادہ رکھتا ہو شیخ کی مراد کے سوا ہر چیز سے روگرداں ہو شیخ کے اقوال و افعال صفات بلکہ ذات شیخ میں فانی ہو کیونکہ کہا گیا ہے کہ فنا فی شیخ (شیخ کی ذات کی محبت میں فنا ہونا) فنا فی اللہ (اللہ کی ذات کی محبت میں فنا ہونے) کے لیے مقدمہ ہے۔ (پہلا قدم ہے)

۱۴۔ شیخ کے وضو کی جگہ میں وضو نہ کرے اور نہ ہی تھوکے اور نہ ہی آپکی مجلس میں

---

[1] بلکہ جب کوئی شیخ کو سلام کہنے کا کہے تو انشاء اللہ تعالیٰ کہے تاکہ سلام کا پہنچانا واجب نہ ہو جائے۔ س

رینٹھ (ناک صاف) کرے اور نہ ہی شیخ کی موجودگی میں نوافل پڑھے اور نہ ہی شیخ کے ساتھ نوافل ادا کرے۔

۱۵- شیخ کے حکم کی (بغیر توقف و دیر کرنے کے) اور بغیر کسی تاویل کے بجا آوری کی جائے اور نہ ہی حکم کی تکمیل سے پہلے سکون واستراحت کرے۔

آداب کا یہ ایک نمونہ اجمالاً بیان ہوا جس کے تحت بہت سے جزئیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں احسن طریقے پر آداب بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ذوق و وجدان الٰہی سے وافر نصیبہ عطا فرمائے۔

قرب کے چار طریقے:

جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حضرات نقشبندیہ کے ہاں چار طرح سے حاصل کیا جاسکتا ہے:

۱- شیخِ کامل کی صحبت و محفل۔

۲- رابطہ شیخ۔

۳- شیخ کے بتائے ہوئے اوراد و اذکار۔

۴- مراقبہ۔

قرب کا پہلا طریقہ جو سب سے قوی تر ہے (شیخ کی کامل صحبت) اس کے لیے تین شرطیں ہیں۔

اول: یہ کہ شیخ کی صحبت کو ترک نہ کرے اور شیخ کی صحبت پر فخر کرے۔

دوم: کبھی بھی شیخ پر اعتراض نہ کرے اور شیخ کے ظاہری و باطنی افعال کا انکار نہ کرے۔ شیخ کے بارے جو توہمات و خطرات درپیش ہوں انکو اپنا گناہ سمجھے، اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کرے کیونکہ شیخ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ

برائی کا حکم نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ شیخ کے ذریعے مخلوق میں سے جس کا چاہے امتحان لیتا ہے۔

سوم: شیخ کے حضور، مردہ بدست زندہ، کی طرح ہو کسی شے میں بھی شیخ کی مخالفت نہ کرے شیخ کی صحبت و محبت، حضور اکرم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ملی[1] ہوئی ہو۔ صحبت شیخ (شیخ کے حضور حاضر ہونے یا مجلس شیخ) کے دیگر آداب بھی ہیں لیکن جو ذکر ہوئے وہ سب آداب کو اپنی طرف کھینچتے ہیں (اپنے اندر لئے ہوئے ہیں) اور شیخِ صحبت ہی شیخ حقیقی ہوتا ہے یہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ خرقہ یا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کا واسطہ نہیں کیونکہ شیخ خرقہ تو خرقہ میں ہی فیض و برکت کو چھپا کر مرید تک پہنچاتا ہے اور یہی حال شیخ ذکر کا ہے (کہ وہ ذکر میں فیض چھپا کر مرید تک پہنچاتا ہے) شیخ ذکر ہو یا شیخ خرقہ یہ دونوں شیخ حقیقی نہیں کہلا سکتے کیونکہ ہر ایک ان میں سے مرید کے دل کا واسطہ نہیں۔

عارف محقق شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے کیا خوب بیان فرمایا: کہ سالک (مرید) کو تجلیات الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں وہ مرید ذاتی طور پر حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ (توجہ و امداد رحمانی کے طریقہ کے ساتھ) مرشد کامل کی طرف سے ہوتے ہیں۔ یہ امداد رحمانی (تجلیات و فیوضات) ایک دل سے (شیخ کے دل سے) دوسرے دل تک (مرید) صدق حال کے ساتھ الہامی طور پر عطا ہوتی ہیں اور کبھی تو یہ امداد شیخ کی گفتگو اور بعض اشارات کے بیان کرنے کے ذریعے مرید تک پہنچتی ہے اور کبھی تو خرقہ صوفیہ کے پہنانے کے ذریعے، لیکن اس میں دونوں کی طرف (مرشد و مرید) سے صداقت کو ہونا شرط ہے کیونکہ شیخ صادق کا حال مرید صادق کے باطن میں پہنچتا ہے کبھی تو شیخ کی نظر کے ساتھ یہ امداد حاصل ہوتی ہے جس کا ثبوت حضور کی اس حدیث سے ملتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں (اللہ کے ولی کی) وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ ہو دیکھتا ہے مذکورہ حدیث

---

[1] یعنی شیخ کی محبت میں حضور اکرم ﷺ کی شریعت و سنت کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے۔ ۱۲-س

میں یہ نظر نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرنے کے ساتھ مشروط ہے کبھی تو یہ دولت مرید کا شیخ کی طرف دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے حدیث میں وارد ہے کہ: اِذَا رُؤُوْا ذُكِـرَ الـلّٰـهُ[1] (جب اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جاتا ہے) اور یہ کیفیت اخلاصِ آداب میں استعداد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

قرب الٰہی کا دوسرا طریقہ:

قرب کا دوسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، رابطہ شیخ بھی قرب خداتعالیٰ کا ایک مستقل ذریعہ ہے، مراد رابطہ سے اپنے شیخ کے ساتھ دلی تعلق ہے اور اپنے خیال میں شیخ کی صورت کو یاد کرنا ہے اگرچہ شیخ غائب ہی کیوں نہ ہو۔ شیخ کی طرف دیکھنے فائدہ باطنی کا حاصل ہونا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر ہے: ''اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِـرَ اللّٰهُ'' (اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جاتا ہے۔

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔

نیک و صالح شخص کی صحبت و مجلس اختیار کرنے پر جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مخفی نہیں۔

شیخ ایک (میزاب) پرنالے کی مثل ہے۔ جس سے شیخ کے بحر فیض سے قلبِ مرید پر فیض نازل ہوتا ہے اور اگر رابطہ میں کوئی فتور واقع ہو جائے تو: ''اَلْـمَـرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' کی بنا پر شیخ کی صورت اپنے خیال میں جمائے تو صورت شیخ کے جمانے سے رابطہ شیخ پختہ و راسخ ہو جاتا ہے اور مرید شیخ کے اوصاف و احوال کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، کہا گیا ہے کہ فنا فی الشیخ، فنا فی اللہ کے لیے مقدمہ (پہلا قدم ہے) اور اگر شیخ کے تصور کے دوران سکر یا غیب (خود کو گم پانا) کی کیفیت کو پائے تو پھر تصور شیخ کو چھوڑ دے اور اس کیفیت کی طرف

---

[1] الجامع الصغیر: ۲/۸

متوجہ ہونا چاہیے۔

حکایت:

جیسے کہ مقامات نقشبند قدس سرہ میں نقل ہے کہ ایک صوفی طریقہ رابطہ میں مشغول تھا کہ ایک دن شیخ کی صورت کی طرف متوجہ تھا کہ غیب کی تاثیر اس پر طاری ہوئی تو وہ مرید تصور شیخ میں ہی گم تھا، غیب کی کیفیت کی طرف متوجہ نہ تھا تو خواجہ نقشبند نے فرمایا: کہ تصور کو چھوڑ دو اور غیب کی طرف متوجہ ہو جا کیونکہ غیب کی کیفیت کا وقت ہی صوفیہ کے نزدیک زمانہ وصل اور شہود کہلاتا ہے۔

تیسرا طریقہ:

شیخ کے بتائے ہوئے اوراد و اذکار کو کرتے رہنا بھی وصول کا ایک مستقل طریقہ ہے ذکر سے مراد ذکر خفی قلبی ہے اور وہ اسم ذات کا ذکر ہے۔ اسم ذات کے بے شمار آداب ہیں لیکن ان آداب میں سے ہم بعض ان اہم آداب کا ذکر کریں گے جو مرید ذاکر کے لیے بہت ضروری ہیں: ان ضروری آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جسم و دِل کو ممنوعات سے پاک کرے اور دِل کو ھویٰ وحرص، شہوات کی پیروی سے پاک کرے پھر اس کے بعد وضو کرے، اور خلوت (تنہائی) میں چلا جائے پھر استغفار کرتے ہوئے قبلہ رخ بیٹھ جائے، پھر دل کی کوتاہیوں کی طرف توجہ کرے موت کو یاد کرے کہ موت عنقریب آنے والی ہے اور یہ میری زندگی کی آخری سانس ہے پھر فاتحہ اور سورۃ الاخلاص پڑھ کر اس کا ثواب امام طریقت حضرت خواجہ محمد نقشبند اویسی بخاری کی روح کو ایصال ثواب کرے پھر اپنی پیشانی میں شیخ کا تصور کرے کہ میرے شیخ میرے سامنے ہیں اور پھر شیخ کی صورت کو دل میں خیال کرے تا کہ خطرات (وسواس) ختم ہوسکیں اور شیخ سے مدد روحانی طلب کرتا رہے۔ آنکھیں بند ہونی چاہئیں، سانس کو اپنی حالت پر ہی رکھیں۔

لطائف اوراذکار کا بیان:

ا-**لطیفہ قلب**: دل میں (جو گوشت کا ایک ٹکڑا، بائیں پستان کے نیچے لٹکا ہوا ہے) ذکر کا معنی (جو کہ محض ذات باری تعالیٰ ہے) یادر کھے-

ابتدائے ذکر میں اور ہر ایک سو کے بعد دِل کی زبان کے ساتھ (دل میں) یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ (اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے، اور تیری رضا ہی میرا مطلوب ہے-)

دل میں ہی اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر کرے اور یہ ذکر بغیر انقطاع (ٹوٹنے) کے ہمیشہ کرتا رہے اگرچہ ضرورت کے وقت باتیں بھی کرے لیکن ذکر کو نہ چھوڑے، اور اس ذکر قلبی کو حضرات نقشبندیہ ''وقوف قلبی'' کہتے ہیں کیونکہ اس ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ مذکور (اللہ تعالیٰ) یاد کے ساتھ اتنا راسخ ہو جاتا ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ بھول جاتا ہے ذکر کی حقیقت ہی یہی ہے کہ جس ذات کا ذکر کیا جائے ماسوا تمام بھول جائے تو جب ذکر دوام پکڑتا جاتا ہے ماسوائے اللہ بھولتا جاتا ہے اور جب ماسوائے اللہ کا بھول جانا بھی دوام پکڑ جائے حتی کہ ذکر میں رسوخ کی کیفیت حاصل ہو جائے تو جب ذکر میں رسوخ (پختگی) پیدا ہو جائے تو پھر جب اللہ کے سوا غیر کو تکلف سے یاد کرنا چاہے تو یاد نہ کر سکے گا-

۲-**لطیفہ روح**: جب قلب میں ذکر راسخ ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ روح کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لطیفہ روح دائیں پستان کے (دوانگشت) نیچے ہے-

۳-**لطیفہ سر**: جب لطیفہ روح ذکر کے ساتھ راسخ ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ سر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لطیفہ سر بائیں پستان کے اوپر سینے میں ہے-

۴-**لطیفہ خفی**: لطیفہ سر میں ذکر رچ جانے کے بعد ذکر لطیفہ خفی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جو دائیں پستان کے اوپر سینے کے دائیں طرف ہے-

۵-لطیفہ اخفی: جب لطیفہ خفی بھی ذاکر ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ اخفی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو کہ سینے کے وسط (درمیان) میں ہے یہ پانچ لطائف عالم امر سے ہیں- جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادہ کے کُن کے حکم کے ساتھ پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے لطائف عالم امر کو لطائف عالم خلق کے ساتھ مرکب فرمایا-

لطائف عالم خلق:

لطائف عالم خلق وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مادہ کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ نفس ناطقہ اور عناصر اربعہ (چار عناصر) ہیں، عالم امر کے ہر لطیفہ ذاکر ہونے کے بعد ذکر لطیفہ نفس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ دماغ میں ہے- چار عناصر بھی اس میں مندرج (موجود) ہوتے ہیں، ترتیب مذکورہ کے مطابق جتنے بھی محل ذکر ہوئے تمام کے تمام محل ذکر ہیں، جب لطیفہ نفس میں بھی ذکر رچ جائے تو پھر سلطان الذکر حاصل ہو جاتا ہے، سلطان الذکر (یہ ہے کہ ذکر) انسان کے مکمل وجود کا احاطہ کر لیتا ہے بلکہ تمام آفاق کا احاطہ کر لیتا ہے اور آخر میں آنکھیں کھول لینے سے پہلے لطیفہ قلب کی طرف قدرے توجہ کرے-

نفی واثبات:

دوسرا ذکر خفی نفی واثبات کا ذکر ہے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ'' کے ساتھ کیا جاتا ہے جسکی مرید کو لطائف مکمل کرنے کے بعد تلقین کی جاتی ہے- نفی واثبات کرنے کا طریقہ وآداب یہ ہیں کہ زبان کو (مذکورہ طریقے کے مطابق) اوپر والے تالو کے ساتھ چسپاں کرے اور سانس کو ناف کے نیچے بند کرے اور خیال میں ''لَا اِلٰـهَ'' کو ناف سے دماغ تک لائے، دماغ سے دائیں کاندھے کی طرف لائے، دائیں کاندھے سے ''اِلَّا اللّٰـهُ'' کو دل پر زور کے ساتھ ضرب لگاتے ہوئے لائے، اس ضرب کی حرارت کی تاثیر کے ساتھ تمام بدن متاثر ہو جاتا

ہے اور نفی ''لَا اِلٰہَ'' کے ساتھ تمام محدثات (مخلوقات) کے وجود کی نفی کرے اور تمام مخلوقات کو فنا کی نظر سے دیکھے اور اثبات ''اِلَّا اللّٰہ'' کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرے[1] اور نفی و اثبات کے ساتھ تمام لطائف کو گھیر[2] لے اور نفی و اثبات کے دوران اس معنی کا بھی لحاظ کیا جائے کہ کوئی مقصود نہیں مگر ایک اللہ (جو بے مثل ہے) اس لیے کہ مقصودیت کی نفی معبودیت کی نفی سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ہر معبود مقصود ہوتا ہے لیکن ہر مقصود معبود نہیں ہوتا اور نفی و اثبات کے آخر میں (دل کے ساتھ) محمد رسول اللہ بھی کہے جتنی دیر سانس کو روک سکتا ہے اتنی دیر اس کا تکرار کرتا رہے اور طاق کی رعایت کے ساتھ سانس چھوڑے اس کو حضراتِ نقشبندیہ ''وقوف عددی'' کہتے ہیں اور سانس نکالنے سے پہلے دل میں یہ بھی کہے:

''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ -''

اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے۔

جب استراحت (سانس برقرار) ہو جائے تو مذکورہ طریقہ کے مطابق پھر سانس بند کرے اور دوبارہ نفی اثبات شروع کرے لیکن دونوں سانسوں کے درمیان غافل نہ ہو اور اپنے تصور کو برقرار رکھے تاکہ ذکر کے دوام میں کوئی خلل نہ پڑے جب نفی اثبات کی تعداد اکیس کو پہنچے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جسے اصطلاح طریقت میں ذھول اور استھلاک کہتے ہیں، اگر اکیس تعداد کے باوجود نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھنا چاہیے کہ ذکر خلاف ادب ہوا، لھذا پھر دوبارہ سے نفی اثبات شروع کرے اور عمل اعتقاد اور اتباع کو درست کرے قول و فعل کے تضاد کو ختم کر کے ذکر کے تقاضوں کے مطابق درست کرے۔ کیونکہ مقصودیت میں جب ماسواء باقی ہو یا کسی چیز میں خلاف شرع کوئی چیز باقی ہو تو پھر جھوٹ لازم آئیگا اور مرید صادق نہ ہوگا ذکر میں کوئی معین تعداد نہیں جو جذب کے منازل طے کرنے کے درپے ہو تو اس کے لیے

---

[1] یعنی لا الہ کے ساتھ یہ تصور بھی کرے کہ کوئی شے موجود نہیں الا اللہ کے ساتھ یہ تصور مگر ایک اللہ موجود ہے۔۱۲۔س

[2] یعنی ذکر نفی واثبات کے وقت تمام لطائف کو مشغول رکھے۔محمد دی

پہلا ذکر ہے (لطائف کا ذکر) اور جو سلوک کے منازل کو پہلے طے کرنا چاہتا ہو اس کے لیے دوسرا ذکر (نفی و اثبات) ہے دونوں ذکر خفی اور دل کے ساتھ ہوتے ہیں- جو شخص نفی و اثبات میں کما حقہ کوشش کرے اور ماسوا اللہ کی نفی اور ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرے اور نفی و اثبات کا نتیجہ بھی ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو مراقبہ کرنا چاہیے-

مراقبہ:

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا مختصر طریقہ ہے، مراقبہ یہ ہے کہ دل میں اسم ذات کا تصور ہمیشہ و دوام کے ساتھ ہو کسی بھی حالت میں ذکر سے جدا نہ ہو جائے، جب مراقبہ میں کسی کو اپنے علم کی نفی کرنے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کو فنا کے ابتدائی مراحل حاصل ہو جاتے ہیں- مراقبہ باب مُفَاعلَة کا مصدر ہے- یہ وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنے کا) ایک مستقل طریقہ ہے- لہذا طالب (مرید) کے لیے ضروری ہے کہ توجہ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا علم حاصل کرے، مراقبہ نفی و اثبات سے اعلیٰ و افضل ہے، اور جذبہ کے نزدیک تر ہے، ہمیشہ مراقبہ کرنے سے مرتبہ وزارت حاصل ہوتا ہے اور ملک و ملکوت میں تصرف کرنا آسان ہو جاتا ہے، وسواس کو دور کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے، اور ممکن ہے کہ مرید کا باطن نور ہدایت کے ساتھ منور ہو جائے، مراقبہ سے دائمی اطمینان و سکون حاصل ہو جاتا ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں ''جمع و قبول'' کہتے ہیں-

مراقبہ کیسے کیا جائے:

حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ (مرشد) فرماتے تھے کہ مرید کو مراقبہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف اسی طرح متوجہ ہونا چاہیے جیسے بلی چوہے کو پکڑتی ہے (یہ اس لیے کہ ایک دن میں ایک راستے سے گزر رہا تھا کہ راستے میں ایک بلی چوہے کے بل کی طرف انتہائی توجہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی حتی کہ اس کا ایک بال بھی حرکت

نہیں کرتا تھا اس سے میں بہت حیران ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ تم کتنے کم ہمت ہو کہ اپنے مقصود (اللہ تعالیٰ) کو چوہے سے بھی کم تصور کرتے ہو اور طلب میں بلی سے بھی کم ہو، اس کے بعد میں نے مراقبہ کو لازم پکڑا اور ہمیشہ مراقبہ کرتا رہتا تو مجھے الحمد للہ بہت کچھ حاصل ہوا، اور خواجہ عبید اللہ انصاری نے اس آیت: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (اور اپنے رب کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ) کی تفسیر اسی طرح فرمائی- اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کرو جب غیر خدا کو بھول جاؤ پھر اپنی ذات کو بھول جاؤ- پھر ذکر حق میں خود کو بھول جاؤ کیونکہ ہر وہ ذکر جس میں سالک اپنی ذات کو بھول جائے، اسی کیفیت کا نام فنا الفناء ہے، کسی نے کہا کہ فنا کی دولت سے مشرف ہونے والا اوصاف بشریہ سے دور ہو جاتا ہے- حضرت ذوالنون قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع صرف طریقت کے ساتھ ممکن ہے اور جب سالک (مرید) کو فناء کے ابتدائی مراحل حاصل ہو جائیں تو پھر اس کے لیے (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا زبانی ذکر (دلی توجہ کے ساتھ مناسب ہے) اور کم سے کم تعدادِ ذکر پانچ ہزار ہے، اور جب سالک کو فناءِ تام (مکمل فنا) حاصل ہو جائے تو پھر اس کو ولایت صغریٰ کا پہلا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور صرف اللہ کے فضل و کرم سے ہی ولایت کبریٰ کے ساتھ مشرف ہو سکتا ہے، تو اس وقت (جب مرید کو ولایت صغریٰ کا پہلا درجہ حاصل ہوا) مرید کے لیے نوافل میں مشغول رہنا بہتر ہوگا، کوئی شخص اس کو آسان کام نہ سمجھے کیونکہ ولایت کا ادنی درجہ کے طے کرنے میں پچاس ہزار سال لگتے ہیں- لیکن یہ درجات ولی کامل ایک نظر میں طے کرا سکتا ہے یہ تو ایک اجمالی اشارہ میں نے کر دیا، تفصیل اس کی بہت ہی زیادہ ہے اجمال اور تفصیل میں بہت فرق ہے-

ذکر قلبی قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ [1]

اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً [2]

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔

احادیث مبارکہ:

۱۔ صحاح (بخاری ومسلم، ابوداؤد وغیرہ) میں یہ حدیث مبارک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسکو خفی طور پر یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت ومحفل میں یاد کرتا ہے میں اسکو اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں [3]۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے اور انکے والد (حضرت ابوقحافہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک ذکر دوسرے ذکر سے ستر مرتبہ افضل ہوتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ مخلوق کے حساب کی طرف توجہ فرمائے گا تو کراماً کاتبین (وہ فرشتے جو ہر انسان کی اچھائی و برائی لکھتے ہیں)، انسانوں کی وہ نیکی و برائی لیکر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں حاضر ہونگے جو انہوں نے لکھی ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم دیکھو کہیں اس کے اعمال میں سے کوئی عمل

---

[1] سورۃ اعراف: آیت:۲۰۵۔

[2] سورۃ الاعراف: آیت:۵۵۔

[3] مراد اس سے فرشتوں کی جماعت ہے۔

رہ نہ گیا ہو، فرشتے عرض کریں گے ہم نے انسان کا کوئی عمل نہیں چھوڑا جس کے بارے ہمیں علم ہوا وہ ہم نے محفوظ کر لیا، تو اللہ تعالیٰ بندے سے (جس نے خفی ذکر کیا ہو) فرمائے گا میرے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور میں ہی اس کا اجر، اے میرے بندے تجھے دیتا ہوں، اور وہ ذکر خفی ہے- مذکورہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ ایک ذکر دوسرے ذکر سے ستر مرتبہ افضل ہوتا ہے مراد اس سے وہ ذکر ہے جو فرشتے بھی نہ سن سکیں جس سے افضل ہے، مراد اس سے وہ ذکر ہے جو فرشتے سن سکتے ہیں- (زبانی ذکر)

جامع صغیر میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا:

خَیْرُ الذِّکْرِ اَلْخَفِیُّ وَخَیْرُ الرِّزْقِ مَایَکْفِیُ

بہتر ذکر، ذکر خفی ہے اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کر جائے

(اس کے علاوہ بھی) ذکر خفی کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث ہیں-

اقوال علماء ومشائخ:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں دل کے ساتھ اور زبان کے ساتھ دل کے ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک ان میں سے سب اذکار سے اعلیٰ و ارفع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال، جبروت وملکوت میں فکر کرنا ہے-

امام نووی رحمۃ اللہ ''کتاب الاذکار'' میں فرماتے ہیں کہ ذکر دِل و زبان دونوں کے ساتھ ہوتا ہے- سب سے افضل وہ ذکر ہے جو دل و زبان دونوں کے ساتھ ہو اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ ذکر کرنا ہو تو پھر قلبی ذکر افضل ہے-

امام عبدالحی صالحی معروف ابن عماد حنبلی کی کتاب ''بغیة اولی النهی شرح غاية المنتهی'' متن کے اس قول کی تشریح ''صَلوٰۃُ التَّطَوُّعِ اَفْضَلُ بَدَنٍ لَا قَلْبٍ (بدنی نفلی عبادات میں سے افضل عبادت نفلی نماز ہے نہ کے دل کے ساتھ ذکر کرے) میں فرماتے

ہیں "لا قَلب" (نہ کے دل کے ساتھ عبادت یاذکر کرے) سے مراد یہ ہے کہ نفلی نماز دیگر تمام نفلی عبادات سے افضل ہے لیکن دل کی عبادت سے افضل نہیں اور ابن جوزی کے کلام کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل و بہتر کام یہ ہے کہ انسان کی توجہ اس جس کی طرف ہو جائے جس سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ فکر (اللہ تعالیٰ کے صفات میں غور وفکر) نفلی نمازوں، روزوں سے افضل ہے۔انتہی

شیخ شبلی اپنی محفل میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ذَکَرتُکَ لا اِنِّیْ نَسِیتُکَ لَمْحَۃً وَاَیسَرُ مَافِی الذِّکرِ ذِکرُ لِسَانِیْ

میں نے تجھے یاد کیا ایک لمحہ بھی تیری یاد سے غافل نہیں ہوا۔سب سے آسان ذکر میری زبان کا ذکر ہے۔

شَھِدتُکَ مَوْجُوْدًا لِکُلِّ مَکَانٍ فَخَاطَبتُ مَوْجُوْدًا بِغَیرِ تَکَلُّمٍ

میں نے آپکو (خدا تعالیٰ) دیکھا کہ تو ہر جگہ موجود ہے۔(موجود پاکر) میں نے آپ کے ساتھ (زبانی) گفتگو کیے بغیر بات کرلی۔

وَلَاحَظتُ مَعلُوْماً بِغَیرِ عَیَانٍ

میں نے (اللہ تعالیٰ) کو ظاہر ہونے کے بغیر ملاحظہ کیا۔

استاذ ابوعلی دقاق بعض مخالفین کے خلاف شعر فرماتے ہیں:

مَااِنْ ذَکَرتُکَ اِلَّاھَمَّ یَغلُبُنِیْ قَلبِیْ وَسِرِّیْ وَرُوْحِیْ عِندَ ذِکرَا

حَتّٰی کَاَنَّ رَقِیْبًا مِنکَ یَھتِفُ بِیْ

یعنی جب بھی اے اللہ! میں تیرا ذکر کرتا ہوں تو تیرے ذکر کے وقت مخالفین میرے دل۔سر اور روح پر غلبہ کر لیتے ہیں (یوں میں تیری یاد سے عاجز و مغلوب ہو جاتا ہوں) یہاں تک کہ تیری طرف سے جو محافظ فرشتہ ہے وہ مجھے چیخ چیخ کر تیری طرف توجہ کرنے کی دعوت دے

رہا ہے۔ اور اسی ذکر کے ساتھ ہی (ذکر خفی قلبی) محبوب (خدا تعالیٰ) کے ساتھ اُنس حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے، اور ذکر کے ساتھ ہی انسان سے غفلت دور ہو سکتی ہے۔

دل کی خصوصیات کا بیان:

جب دل ان خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے تو دل کے شایان شان یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھا جائے اور اغیار (اللہ کے سوا) سے قطع تعلقی اختیار کر لے کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کا محل نظر رحمت ہے دل ایمان کی جگہ اسرار کی کان، انوار کا منبع ہے، دل کی اصلاح کے ساتھ سارے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے دل کی اصلاح کرنے سے پورے بدن کی اصلاح کیوں نہ ہو جبکہ عبادت کے صحیح و درست ہونے کا دارومدار دل کی درستی و اصلاح پر ہے (علاوہ ازیں کہ عبادت اعتقادیہ ہو یا عبادت عملیہ) اور بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک دل ایمان پر مطمئن نہ ہو اور کوئی بھی عبادت مقصودہ دل میں ثواب کی نیت کے بغیر صحیح نہیں (علاوہ ازیں کہ وہ عبادت بدنی ہو جیسے روزہ و نماز یا مالی ہو جیسے زکوٰۃ صدقہ یا مالی و بدنی دونوں ہو جیسے حج) یہ تمام عبادتیں دل میں ثواب کی نیت کے بغیر اس لیے صحیح نہیں تاکہ عبادت اور عادت[1] میں فرق ہو جائے تو دل صرف اور صرف تمام عبادات کے لیے ہے اور اس بات پر بہت سی آیات قرآنی وارد ہوئیں کہ ایمان۔ خشیت۔ انابت۔ تقویٰ۔ ذکر۔ فسق و فساد سے نجات پانا دل ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان نقش فرما دیا۔

---

[1] کہ عبادت وہ ہے جو دل کی نیت کے ساتھ ہو، عادت بغیر نیت کے ہوتی ہے۔۱۲۔ سلطان احمد غفرلہ
[2] سورۃ مجادلہ، آیت ۲۲۔

وَحَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ -۱

(اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں)

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ -۲

(جو رحمٰن سے ڈرتا ہے بے دیکھے اور آیا رجوع کرنے والا دل لے کر)

اَنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ -۳

بے شک اس (قرآن پاک) میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ -۴

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل لے کر حاضر ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت اور امتحان دل کا اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہونا ہے (جب دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہوا) تو پھر دل غافل ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا -۵

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔

سلف صالحین ماسواء اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے تعلقات و مصروفیت کو ختم کرنے میں کوشاں ہوتے، جب دل غیر اللہ کے تعلق سے فارغ ہو جائے تو اپنی فطرت کی بنا پر خالق کی محبت کی طرف پہنچتا ہے۔ حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں ''کہ دنیا داروں نے اپنے

---

۱ الحجرات: آیت: ۷
۲ سورۃ ق: آیت: ۳۳
۳ سورۃ ق: آیت: ۳۷۔
۴ الشعراء: آیت: ۸۹۔
۵ الکھف: آیت: ۲۸۔

دلوں کو خدا کو چھوڑ کر دنیا کے ساتھ مشغول رکھا اگر دنیا کے شغل کو اپنے دلوں سے نکال دیتے اور دلوں کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھتے، تو دنیا ملکوت میں چکر لگا کر بہترین فوائد کے ساتھ انکی طرف آتی۔

حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں "ہر بندے کی چار آنکھیں ہوتی ہیں، دو آنکھیں چہرے میں، دو دل میں ہوتی ہیں۔ چہرے کی ظاہری آنکھوں کے ساتھ وہ دنیا کے معاملے کو دیکھتا ہے اور دل کی آنکھوں کے ساتھ آخرت کے معاملے کو دیکھتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لیے خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے دل کی آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے تو پھر بندہ دل کی آنکھوں کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے غیب[1] میں وعدہ فرمایا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ خیر کے علاوہ کا ارادہ فرمائے تو جو کچھ اسکے دل میں[2] ہے اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا

یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں (سورۃ محمد، آیت: ۲۴)

حضرت احمد بن حضرویہ فرماتے ہیں: دل ایک برتن ہے جب یہ برتن حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے بھر جائے تو وہ انوار بندہ کے اعضاء و اندام پر بھی ظاہر ہوتے ہیں اور جب باطل کی تاریکیوں سے بھر جائے تو باطل کی تاریکیاں بھی اعضا پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوتراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عبادت میں سے کوئی عبادت بھی دل کی اصلاح کرنے سے افضل و مفید نہیں، سھل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دل پر نور کا داخلہ حرام ہے جس میں کوئی ایسی شے ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ (بد) ہو۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک ساعت دل کی اصلاح کرنا جن وانس کی

[1] اللہ تعالیٰ کے انعامات و جنات-۱۲-س

[2] دنیا و نفس کی خواہشات-۱۲-س

عبادت سے افضل ہے۔جب فرشتہ اس کمرے میں داخل نہیں ہوتا جس میں تصویر ہو تو حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات اس دل میں کیسے داخل ہونگے جس میں غیر اللہ کے اوصاف ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا کوئی اونٹ کسی کو فروخت کیا تو کسی نے آپ کے حضور عرض کی کہ اگر آپ اسکو نہ بیچتے تو یہ بہتر ہوتا آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ میرے لئے موافق تھا لیکن میں اس کی مصروفیت کو دل سے نکالنا چاہتا تھا اس لیے کہ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ میرا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی شے کی محبت میں مشغول و مصروف ہو۔

ذکر کرنے کے آداب:

سالک کے لیے ذکر کے علاوہ دیگر آداب میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنے کا اہتمام کرے اور تحیۃ الوضو کے نوافل اشراق، چاشت، اوّابین، رواتب، تہجد۔اور نماز باجماعت ادا کرے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر کرنے کا اہتمام کرے۔بالخصوص عصر سے مغرب تک کا وقت تو مشائخ طریقت کے نزدیک بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور اکثر مشائخ فرماتے ہیں اس وقت مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کا محاسبہ کرے تو جو گناہ اس سے (پورے دن میں) واقع ہوئے ہوں۔ان سے استغفار کرے اور توبہ کرے اور جو نیکی کی ہے اس پر خدا کا شکر گزار رہے۔مناسب تو یہ ہے کہ نیکی کو بھی اپنا گناہ تصور کرے اور یہ محاسبہ حضرات نقشبندیہ کے نزدیک ''وقوف زمانی'' کے نام سے مسمیٰ ہے، اور مرید کو چاہیے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد شرعی بات کے علاوہ کوئی بات نہ کرے اور سوتے وقت سورۃ الملک کی تلاوت کرے اور جب بھی سوئے تو ذکر کرتے ہوئے سوئے غفلت کے ساتھ نہ سوئے اور نماز تہجد صحیح ترین قول کے مطابق بارہ رکعتیں ہیں اور حضرات نقشبندیہ کے نزدیک نماز تہجد کی ہر رکعت میں قرأت سورۃ یٰسین کی ہے۔اگر کوئی

اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ آٹھ رکعت پڑھے اور پہلی رکعت میں ''اَجْـرٌ کَـرِیْـم'' تک دوسری میں ''وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ'' تک تیسری رکعت میں ''جَـمِیْعٌ لَّـدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ'' اور چوتھی میں ''وَكُـلٌّ فِـیْ فَلَكٍ یَسْبَحُوْنَ'' پانچویں میں ''وَلَاۤ اِلٰـی اَهْـلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ'' چھٹی رکعت میں ''هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم'' تک ''ساتویں میں ''فَهُـمْ لَهَا مَالِكُوْن'' تک آٹھویں میں، آخر تک پڑھے اور باقی نوافل میں '' قُـلْ یَاۤاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ '' اور سورۃ اخلاص پڑھے۔ نماز تہجد کم از کم چار رکعت ہے، نماز تہجد ادا کرنے کے بعد دعا ماثورہ مشہورہ پڑھے جو یہ ہے:

اَلـلّٰهُـمَّ اجْـعَل فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَـمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفُوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا ○

اے اللہ میرے دل میں نور، میرے کانوں میں دائیں بائیں، اوپر نیچے آگے، پیچھے نور پیدا فرمادے۔ اے اللہ مجھے نور بنادے۔

یہ تو حضرات نقشبندیہ کے ظاہری اعمال ہیں ورنہ یہ حضرات ذکر وشہود میں مستغرق رہتے ہیں، اپنے احوال اوقات کے مطابق یہ حضرات ذات باری تعالیٰ میں فنا ہوتے ہیں، گناہ و بدعت سے اجتناب سنن عادیہ وعبادت کے عادی ہوتے ہیں، بعض ان حضرات میں سے صبح وشام اوراد نبویہ ماثورہ کا اور حزب البحر (شیخ شاذلی کی کتاب) کا ورد کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ (اللہ تعالیٰ آپ کی مدد ہمارے شامل حال کرے) نے بھی صیغہ جامعہ کا ہر نماز کے بعد ورد کرنے کا حکم صادر فرمایا اور یہ وہ یہ ہے:

اَلـلّٰهُـمَّ صَلِّ عَلٰـی سَیِّدِنَـا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰـی اٰلِ سَیِّدِنَـا مُـحَـمَّـدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْـمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ

وَصَحْبِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ-اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَکَمَا یَلِیْقُ بِعَظِیْمِ شَانِہٖ وَشَرْفِہٖ وَکَمَالِہٖ وَرِضَاکَ عَنْہُ وَمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ دَائِمًا اَبَدًا عَدَدَ مَعْلُوْمٰتِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَرِضَأَ نَفْسِکَ وَزِنَۃَ عَرْشِکَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلُھَا وَاَتَمُّھَا کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِھِمْ وَصَحْبِھِمْ وَالتَّابِعِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَO

اور دس دن صبح وشام یہ درود پڑھنے کا حکم فرماتے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلٰوتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمٰتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ O

اور ہمیشہ مریدین کو عقائد کی تصحیح اہل سنت وجماعت کی آراء کے مقتضی کے مطابق پرزور دیتے اور فقہ ودیگر علوم میں مشغول رہنے جنگ وجدال ترک کرنے کی تاکید فرماتے ،علماء کی تعظیم کرنے ،فقراء کو رزق حلال کمانے کی تاکید فرماتے -آپ عفو،(درگزر،قناعت، زہد اور حسن اخلاق سے پیش آتے اور ماسواء اللہ سے اعراض فرماتے-

تتمہ:

خاتمہ میں ہم ان آداب کا ذکر کریں گے جو پیر بھائیوں کے ساتھ متعلق ہیں:

ا-ان آداب میں سے ایک تو یہ ہے کہ پیر بھائیوں کے عیوب وراز (جو کشف سے اس پر ظاہر ہوجائیں) کی طرف کبھی بھی توجہ نہ دے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ خود بھی اس عیب میں مبتلا ہو

جائے-عارفین فرماتے ہیں، کہ فقیر کولوگوں کے عیوب پر مطلع ہونے کا کشف جب حاصل ہو جائے تو وہ کشف شیطانی ہے،اور جو شخص لوگوں کے عیوب پر نظر ڈالے اور انکو برائی پر سمجھ لے ،اس کا نفع کم اپنے باطن کو خراب کرنے اور شیخ کے فیوض و برکات سے محروم رہنے کا سبب ہے،اور امامت میں برابری[1] کی صورت میں مزاحمت نہ کرے-

۲-اللہ کی راہ میں جو فتوحات حاصل ہوں انہیں اپنے پیر بھائیوں پر اور اپنے اوپر صرف کرے اور انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے یہ فرق کیے بغیر کہ وہ عملی اعتبار سے کیسے ہیں-آداب میں سے ہے کہ پیر بھائیوں کو عبادت کے بہتر اوقات پر مطلع کرے مثلاً شب بیداری، عیدوں کی راتوں میں شب بیداری کرنا ،لیلۃ القدر(ستائیسویں رمضان کو شب بیداری کرنا) خود کو بھائیوں سے زیادہ عبادت گزار نہ جانے بلکہ انکی نیند کو بھی اپنی عبادت سے افضل جانے کیونکہ سویا ہوا،مرفوع القلم (معذور ہے اختیار نہ ہونے کی وجہ سے گناہگار نہیں) ہوتا ہے-

۳-شیخ یا پیر بھائی سے دنیاوی وظائف کا مطالبہ نہ کرے اور نہ ہی کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء میں زیادت وتوسیع کا مطالبہ کرے کیونکہ ایسا مطالبہ بے ادبی ہے-یوں تو ضعیف و کمزور مریدین ہی اس طرح کے مطالبات کریں گے جوان کے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا-

۴-آداب میں سے یہ ہے کہ پیر بھائیوں کی حاجات کو پورا کرنے میں سستی وکاہلی سے کام نہ لے-

۵-مشکل کام کے کرنے میں سب سے آگے آگے ہو-

۶-جب پیر بھائیوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے اور اس کے اہل خانہ یا قریبی رشتہ دار اور دوست نہ ہوں جو اس کی خدمت کریں تو اس کی خدمت کرنے سے غافل نہ ہو-

---

[1] خانقاہ میں یا اس کے علاوہ کسی بھی مقام پر امامت کے لیے اصرار نہ کرے-۱۲-مجددی

۷- جب دو پیر بھائیوں میں سے کوئی دوسرے پر ظلم کرے تو دونوں کے درمیان اس طرح صلح کرائے کہ ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکے اور مظلوم کو صبر کرنے کی تاکید کرے۔

۸- پیر بھائیوں کے بارے اگر دل میں کوئی تغیر پیدا ہو جائے تو اس کے ازالے کے بارے میں کوشش کرے اور اپنے پیر بھائیوں کے بارے خیر کا گمان کرے (بدگمانی ترک کردے)۔

۹- پیر بھائیوں میں سے جب کوئی مرض الموت میں مبتلا ہو جائے تو اس سے غافل نہ رہے ساری رات صبح تک ان کے پاس رہے تاکہ اس کو دنیا سے ان حقوق کی وفا و تکمیل پر رخصت کیا جائے جن کا پورا کرنا اس پر لازم ہے۔

۱۰- راتوں کے قیام میں اپنے پیر بھائیوں کو دعا میں نہ بھولے انکے لیے اللہ سے مغفرت اور گناہوں سے چشم پوشی کا سوال کرے۔ اور راتوں کے سجدوں میں یہ کہے "اَلْمُلْکُ وَلَکَ مِثْلُ ذٰلِکَ -

۱۱- اپنے پیر بھائیوں کو ہر وقت خیر کے ساتھ یاد کرے بالخصوص جب ایک دوسرے بھائی پر غصہ کھا جائے (اس وقت) دل زبان کے مطابق نہ کرے۔[1]

۱۲- پیر بھائیوں کی خدمت کرنے اور انکی حاجات کو پورا کرنے کو نوافل سے بھی مقدم جانے۔

۱۳- پیر بھائیوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کو گندگی و تکلیف دہ چیزوں سے پاک صاف رکھے بالخصوص جب اس بارے (صفائی کے بارے) شیخ حکم صادر فرمائے۔

۱۴- اپنے پاس سیفٹی، چاقو، سوئی، ناخن تراش وغیرہ رکھے تاکہ بوقت ضرورت پیر بھائیوں کی مشقت کو دور کیا جاسکے، تاکہ (ان چیزوں میں) پیر بھائیوں کا محتاج نہ ہو۔[2]

۱۵- جب شیخ یا پیر بھائیوں میں سے کسی کی بے ادبی ہو جائے تو جوتیوں کی جگہ میں دست بستہ

---

[1] یعنی زبان سے اگرچہ سخت الفاظ صادر ہو جائیں لیکن دل میں کینہ و بغض نہ رکھے۔س

[2] بندہ کا خیال یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے۔ جب حالت سفر میں ہو یا شیخ کی خانقاہ میں بحیثیت خادم ہو۔۱۲۔ سلطان احمد

کھڑے ہو کر بخشش طلب کرے اور کہے مجھ سے زیادتی و غلطی ہوئی، اگر شیخ یا بھائیوں نے بخشش قبول نہ کی تو اسی جگہ کھڑا رہے یہاں تک کہ وہ ان پر رحم کھالیں۔

۱۶- آداب میں سے ہے کہ پیر بھائیوں کو آداب کی ترغیب دے۔

۱۷- بغیر عذر کے کبھی کھانا تنہا نہ کھائے۔

یہاں تفصیلی آداب کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لیے قلیل (کمی بھی کافی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس کے لیے طویل (بحثیں) بھی مفید نہیں اللہ تعالیٰ ہی حق بات کہتا ہے اور وہی خاتمہ بالخیر کے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں۔

صوفیۂ کرام کا انکار خدا سے دور ہونے کی علامت ہے:

ان صوفیہ کرام کا انکار زہر قاتل ہے، جو سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنے والے بدعت کو ختم کرنے والے، علم نافع و معارف و اسرار اور کشف صحیح رکھنے والے ہوں، ان حضرات کے انکار کرنے پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور ان کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ سے اعراض (دور ہونے) اور امراض باطنی میں مبتلا ہونے کی علامت ہے اور انکار کرنے والے کے خاتمہ کے برا ہونے کا ڈر ہے (برے خاتمہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہو)۔

جاہل علماء ہی صوفیہ کا انکار کرتے ہیں:

ان صوفیہ کا انکار بسا اوقات نیم ملاں یا جاہل علماء ہی کرتے ہیں جیسے کہ عالم-فقیہ-عارف-محقق-قطب زمان-شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی قادری نقشبندی قدس سرہ نے "عنوان الدیوان" کی شرح میں تصریح فرمائی کہ ہر زمانے میں جاہل علماء کی عادت رہی ہے کہ بزرگان دین و مشائخ کے عیوب کو تلاش کرتے رہیں، بلکہ بزرگانِ دین کے افعال یا اقوال اگر (انکے قول یا فعل کے) ہزار ہا تاویلات ہوں اور ان کا درست ہونا ظاہر باہر ہی کیوں نہ

ہو لیکن محض خطا کا احتمال پائے جانے سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض علماء دوسرے مذہب کو نہیں جانتے تو جو چیز اپنے مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں جیسے ایک شخص جو حنفی المذہب تھا ''جامع اموی'' میں دو رکعت نماز ادا کر رہا تھا، اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے ہوئے تھے جب نماز سے فارغ ہوا تو ایک شخص جو شافعی المذہب تھا، کھڑے ہو کر اس کو کہنے لگا کہ ہاتھ سینے پر رکھا کر یہ جو تو نے کیا مکروہ ہے اور تو نماز کے مسائل واحکام سے ناواقف ہے۔

نیم ملا، صوفیہ کرام کے انکار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں:

اس قسم کے تمام کام نیم ملاؤں کے ہوتے ہیں، جبکہ فقہاء کرام کی یہ حالت نہیں رہی کیونکہ مقصود انکا انکار کرنے سے لوگوں کے درمیان علم وفقہ کے ساتھ شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے، اعتراض شیطانیہ اور شہوات نفسانی انکو انکار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے تو اس مجبوری کی وجہ سے یہ لوگ لوگوں کے عیوب کی تلاش کرتے رہتے ہیں تو وہ کیسے (صوفیہ کے قول یا فعل کی) اچھی تاویل کریں جبکہ مقصود انکا مذکورہ شہرت حاصل کرنا ہو، جب یہ لوگ مشائخ کے عیوب کی تفتیش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو ان کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے گویا کہ ساری دنیا کے مالک بن گئے ہیں یہ تو ہے ہی محال و ناممکن کہ کسی مومن یا مسلمان کی ذلت ورسوائی سے غافل ہو جائیں کیونکہ ان کی سوچ وگمان میں یہ بات ہوتی ہے کہ بلندی علم کا اظہار اور شان وشوکت کا حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لوگوں کے افعال و اعمال کا انکار نہ کیا جائے خصوصاً عابد ذاکر کامل ومکمل شیخ کا۔

فقہائے کرام نے اہل طریقت کا انکار نہیں کیا:

رہی بات فقہائے کرام کی وہ تو علوم میں راسخ (پختہ) ہوتے ہیں کیونکہ انکے دل دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسی لیے ان میں حسد، تکبر، عداوت اور

ریاء نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام (اصول وفروع کو) تحقیق کے ساتھ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انتہائی شفقت کی بنا پر کسی کا بھی انکار نہیں کرتے اور اپنے ہی عیبوں میں انتہائی مشغول ومتوجہ رہنے کی وجہ سے لوگوں میں عیب نہیں دیکھتے یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات نفس کے دھوکے میں نہیں آتے- جب ان حضرات کے سامنے کوئی بات آتی ہے تو غیر کے حق میں احتیاطاً اس کو شائستگی کے ساتھ دیکھتے ہیں-

ان حضرات کے نزدیک احکام شرعیہ امور کلیات ہیں، جو لوگوں کو مدارس- کرسی- بنچ پر بھی پڑھائے جا سکتے ہیں، ان کے دلوں میں کسی معیّن شخص کے بارے کوئی شے نہیں ہوتی، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بلاتعیین منکر پر رد کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک منکر و کافر کو جانتا ہے، اسی طرح حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کسی پر رد فرماتے، تو یوں ارشاد فرماتے: ''مَابَالَ اَقْوَامُ یَفْعَلُوْنَ کَذَا ''-''وہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں جو اس طرح کے کام کرتے ہیں''یعنی حضور کسی شخص کو بھی برائی کے ساتھ ذکر نہ فرماتے تو فقہاء کرام ہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں یہ کہنا مناسب ہے کہ یہی وہ علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لائے-

حضرت نجم الغزی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''منبر توحید'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر علماء اولیاء نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں- مراد علماء سے عاملین ہیں جیسے خود امام شافعی صاحب سے اس پر تنبیہ مروی ہے-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَایَکُوْنُ الْعَالِمُ عَالِماً حَتّٰی یَکُوْنَ بِعِلْمِہٖ عَامِلاًO

عالم کون ہے؟

عالم (اس وقت تک) عالم نہیں ہو سکتا جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

اس حدیث کو بعض نے مرفوعاً ذکر کیا حالانکہ یہ حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن حبان نے اس حدیث کو "روضۃ العقلاء" اور امام بیہقی نے مدخل میں روایت کیا، حضرت نجم الغزی نے منبر توحید میں روایت کیا۔

حضرت امام شافعی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر حکمت کا نور کھول دے تو اسے چاہیے کہ خلوت۔ کم کھانا اور بیوقوفوں کے ساتھ میل جول ترک کر دے اور بعض علماء کے ساتھ جن کے ہاں انصاف و آداب کے نام کی چیز نہ ہو سے بھی میل جول ترک کر دے (امام کا ارشاد یہاں تک مکمل ہوا)

ان علماء سے مراد (جن کے ساتھ میل جول ترک کرنا دل پر نورِ حکمت کے کھل جانے کا موجب ہے) محض ظاہری علم رکھنے والے نیم ملاں ہیں، جن کا ذکر ہم نے فقہاء کرام سے پہلے کر دیا، ایسے علماء ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ حضرت امام شافعی کے دور میں بھی تھے بلکہ اس سے پہلے بھی تھے اور قیامت تک ہونگے اگر ان کے نصیبہ میں ہدایت و توفیق اور توبہ نہیں تو اللہ تعالیٰ انکو ذلیل و رسوا کرے۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) مذکورہ بحث نفیس بحث ہے کیونکہ اس سے نیم ملاؤں اور فقہاء کے درمیان فرق واضح طور پر پہچانا جاتا ہے۔

صوفیۂ کرام کے احوال و کیفیات کے انکار کیلئے ستر چیزوں کا علم ضروری ہے:

حضرت شیخ الاسلام مخزومی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ صوفیہ کرام کا انکار (یا ان کے احوال و کیفیات پر رد) کریں جب تک خود صوفیہ کے طریقہ پر نہ چلا ہو، اور جب تک واقعی صوفیہ کے اقوال و افعال کتاب و سنت کے

مخالف نہ پائے ہوں آپ نے اس بات میں طوالت فرمائی لیکن آخر میں فرمایا کہ اس وقت تک صوفیہ کرام کے اقوال واعمال اور احوال کا انکار کرنا (یا رد کرنا) منکر کیلئے جائز نہیں جب تک ستر (۷۰) چیزوں کو نہ جانتا ہو۔

۱- ایک ان ستر میں سے یہ ہے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جانتا ہو اور ان پر ایمان رکھے اور یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء کرام تمام معجزات میں انبیاء کرام کے وارث ہیں (بعض کے استثناء کے ساتھ)۔

۲- سلفاً وخلفاً قرآن پاک کی تفسیر پر مطلع ہو تا کہ کتاب وسنت کے اسرار کی معرفت اور ائمہ مجتہدین کے اختلاف ونزاع کو جان سکے اور تفسیر و تاویل اور اسکی شرائط کو جان سکے۔

۳- مجازات استعارات میں عرب کی لغت پر مکمل دسترس حاصل ہو تا کہ عرب کی گفتگو کے مقصد کو سمجھ سکے۔

۴- سلف وخلف نے آیات وصفات کے معانی اپنے اپنے مقام کی بناء پر کئے ہیں تو آیات صفات کی تفسیر میں سلف وخلف کے مقامات پر مطلع ہو تا کہ ان کے مقامات سے جان سکے کہ کس نے آیت کے ظاہر کو لیا اور کس نے آیت کے باطن کو لیا اور ان حضرات کے دلائل میں سے راجح دلیل کونسی ہے اور مرجوح کونسی ہے۔

۵- علم اصول اور آئمہ کلام کے اختلاف ونزاع کے مقامات پر عبور و تبحر حاصل ہو۔

۶- جو ان ستر میں سے سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ صوفیاء کی اصطلاحات کی معرفت حاصل ہو یعنی صوفیہ کی اصطلاحات میں سے تجلی ذاتی، تجلی صوری ذات - ذواۃ الذات - اسماء وصفات - احدیت - واحدیت کے درمیان فرق ظاہر و باطن کی معرفت حاصل ہو - ازل و ابد - عالم الغیب - کون - شہادت - شؤن - عالم ماہیت اور ھویت - شکر ومحبت کی معرفت اور یہ علم ہو کہ سکر میں کون صادق ہے تا کہ اس سے اعتراض کی نظر پھیر لی جائے اور سکر میں کون

جھوٹا ہے تاکہ اس کی گرفت کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص صوفیہ حضرات کی مراد کو ہی نہ جان سکے، اُسے ان حضرات کے بارے میں کلام کرنا کیسے روا ہوگا یا ان پر رد کرنا کیسے جائز ہوگا۔

شیخ محقق علامہ شہاب ابن حجر مکی ھیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''تحفۃ المنہاج'' شرح منہاج'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ارتداد اسلام کو قصداً چھوڑنے یا قصداً کلمہ کفریہ کہنے کا نام ہے۔ توسبق لسان[1] اور اکراہ[2]۔ حکایت[3] کفر اور ولی کی بات کی تاویل کرنا جو تاویل اہل طریقت کی اصطلاح کے مطابق ہو۔ ارتداد (مرتد ہونے) میں کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اہل طریقت کی اصطلاح انکے نزدیک درست ہوتی ہے۔ لہٰذا دوسرں (اہل ظاہر) کی اصطلاح کے مخالف ہونے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وجہ (صوفیہ کرام کی اصطلاح کو نہ سمجھنا) ہے کہ بہت سے لوگ صوفیہ کے حقائق کو (اصطلاحات) غلط کہنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔

حضرت امام مناوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''شرح جامع صغیر'' میں اس حدیث شریف کی شرح فرماتے ہوئے ''مَنْ اَحَبَّ قَوْماً حَشَرَهُ اللّٰهُ فِی زُمْرَتِهِمْ'' جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو اسی قوم کے زمرے میں اٹھائے گا۔ لکھتے ہیں ''مَنْ اَحَبَّ اَوْلِیَاءَ الرَّحْمٰنِ فَهُوَ مَعَهُمْ فِی الْجِنَانِ ۔وَمَنْ اَحَبَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ فَهُوَ مَعَهُمْ فِی النِّیْرَانِ ۔جس نے اولیاء رحمٰن کے ساتھ محبت کی تو وہ بہشت کے باغوں میں انکے ساتھ ہوگا اور جس نے شیطان کی ٹولی سے محبت کی تو وہ جہنم میں انکے ساتھ ہوگا۔

آپ کے اس قول سے اس بات میں اس شخص کے لیے بہت بڑی بشارت ہے جو صوفیہ کرام کے ساتھ محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کرتے ہیں اور اس ذات کے ساتھ محبت

[1] بغیر قصد کے زبان پر کلمہ کفر آجانا۔۱۲۔س
[2] کسی کی موت یا عضو کے تلف کرنے کی دھمکی کی صورت میں کلمہ کفر کہنا مثلاً کوئی کہے کہ تعدد الٰہی کا اقرار کرو ورنہ جان سے مار دوں گا۔ ۱۲۔س
[3] کفر کی حکایت کو بیان کرنا۔

کرنا جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہو لیکن صوفیہ کے محض مشابہت کرنے والا نفس کی تاریکی کے موڑ پر ہوتا ہے اور صوفی نے نفس کی تاریکی سے نجات حاصل کی ہوتی ہے۔

حضرت خیر الدین رملی حنفی ''**فتاویٰ خیریہ**'' میں امام مناوی کے قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس چیز کی حقیقت سے جس پر صوفیہ کرام عمل پیرا ہوتے ہیں کوئی بھی انکار نہیں کرتا مگر جاہل و کم عقل اسکا انکار کرتا ہے۔

محقق عارف شیخ احمد زروق مالکی قدس سرہ ''اَلنَّصِیْحَۃُ الْکَافِیَہ'' میں رقم طراز ہیں کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعامات کئے ہوں اس کو چاہیے کہ صوفیاء و فقراء کے ہر اس کام کو تسلیم کرے جس کے انکار کا علم تقاضا نہیں کرتا اور جس چیز پر انکار ضروری ہو اس کا انکار کیا جائے لیکن انکے (صوفیہ کرام کے کمال کا معتقد بھی ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ممکن ہے) کہ ایک ولی سے ایک سے زائد لغزشیں واقع ہو جائیں کیونکہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔ حفاظت کے ساتھ گناہ میں واقع ہونا ممکن ہے لیکن حفاظت کے ساتھ گناہ پر اصرار (گناہ بار بار) درست و جائز نہیں۔

حضرت جنید قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کیا عارف زنا کر سکتا ہے تو آپ نے فرمایا: وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہو کر رہے گی۔ کاش کہ منکرین کو اس بات کا علم ہوتا کہ جب حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا جاتا کہ عارف غیر اللہ کا قصد و ارادہ کر سکتا ہے تو آپ فرماتے نہیں لیکن فقراء کا انکار اس وقت کیا جائے جب وہ ان محرمات کا ارتکاب کریں جس کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔

مشائخ عظام پر وارد ہونے والے شبہات اور اسکے جوابات کا بیان:

شبہہ نمبر۔۱ ہمارے شیخ قدس سرہ پر منکرین کے شبہات میں سے ایک شبہہ یہ ہے کہ آپ ولایت کا اظہار کرتے ہیں اور اس بارے شہرت چاہتے ہیں اور (منکرین) یہ گمان

کرتے ہیں کہ ولی چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور شہرت ولی کے لیے ایک آفت ہے جو برتری کی محبت کو پیدا کرتی ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ شہرت پسندی دل کا معاملہ ہے محض گمان کی بنا پر کسی پر شہرت پسندی کا حکم نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ O بعض گمان گناہ ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے دل سے بات کو نکال لوں۔

شیخ جب رشد و ہدایت کا اہل ہو جائے اور علوم شریعہ میں تبحر حاصل ہو جائے اور طریقت کے فوائد سے مشرف ہو جائے تو اس پر چھپے رہنا حرام ہے اور طریقت کے فوائد جو اس کو حاصل ہوئے ہیں ان کا چھپانا اس پر حرام ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب بدعات اور فتنے پیدا ہو جائیں تو عالم کو چاہیے کہ وہ علم حدیث کو ظاہر کرے اور فرمایا جس نے علم کو چھپایا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائیگی۔ تو کامل و مکمل شیخ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا مامور بہ (حکم شرع) ہوا اور چھپانا عین قصور ہے کتنی ہی پاک ہے وہ ذات جس نے منکرین متکبرین کی نظروں میں خوبیوں کو برائیاں اور برائی کو خوبی بنا دیا۔

علامہ فہامہ شیخ محقق عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''اَلْاَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّہ عَنِ الْفُقَھَاءِ وَالصُّوْفِیَہ'' میں فرمایا میں نے اپنے شیخ، شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے شہروں میں ولایت کے ساتھ مشہور فرمایا ہو اس شخصیت کے انکار سے باز رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو ولایت دیکر مشہور کرے تو یہ کسی حکمت کی بنا پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک میں

ا بلکہ دلی کیفیت کو صاحب دل اور خدا تعالیٰ پر چھوڑتے ہوئے فرمایا ''وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ'' انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ مشکوٰۃ ص: ۱۲۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ الاحد

نے اہل طریقت میں سے کسی کا انکار نہیں کیا- اور صوفیہ کے جن احوال کو میں نہ جان سکوں، کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ احوال اس علم سے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع نہیں فرمایا-

آپ (علامہ شعرانی) ''مدارج السالکین'' میں فرماتے ہیں کہ شیخ کی بات کی طرح ہر بات نہ کرے اور نہ ہی شیخ کے دشمن کا ساتھی بنے، نہ ہی شیخ کے دوست سے دور ہو، نہ اس سے بغض رکھے، اسی طرح اس شخص کے پاس نہ بیٹھے جو شیخ کے خلاف ہو-

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا ایک دشمن پیدا کیا مجرمین میں سے-

مشائخ کے بھی دشمن ضرور ہونگے کیونکہ مشائخ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں-

مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ کی محبت اور تواضع میں وہ مغلوب ہوں اگر مرید کے لیے کوئی تعظیم کی خاطر کھڑا ہو جائے تو مرید اس کے کھڑے ہونے سے خوش و راضی نہ ہو کیونکہ حضور نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ النَّارِ

جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے لیے (تعظیماً) کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے- انتہی (یہاں تک امام شعرانی کا ارشاد ختم ہوا)-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں شیخ کے ساتھ محبت بھی دل کا معاملہ ہے محض گمان کے ساتھ اس پر کوئی حکم نہیں کر سکتا کیونکہ محض گمان کے خلاف حکم کرنے پر بہت سے دلائل قطعیہ وارد ہوئے ہیں اور گمان کی ممانعت پر شدید نہی و ڈانٹ بھی وارد ہوئے ہیں-

خاتمۃ المتاخرین محقق سفیری نے شرح بخاری میں فرمایا کہ اسحٰق بن ابراہیم شہیدی

نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ قطان کو دیکھا کہ عصر کی نماز پڑھتے تو مسجد کے مینار کے ساتھ ٹیک لگاتے تو علی ابن مدینی، سلیمان ابن داؤد- امام احمد بن حنبل- یحییٰ ابن معین وغیرہم آپ کے حضور کھڑے رہتے اور حدیث کے بارے سوال کرتے یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت ہو جاتا آپ کسی کو نہ کہتے کہ بیٹھ جائیں اور نہ ہی یہ حضرات آپکی ہیبت ورعب کی وجہ سے بیٹھتے-

منکرین ان مجتہدین کے بارے کیا کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے حضور کھڑے رہتے تھے یا تو وہ کہیں گے کہ ان کا کھڑا ہونا محبت کی بنا پر تھا یا محبت کے بغیر کھڑے ہوتے تھے-

پہلی صورت میں منکرین کے ساتھ ہماری کوئی بحث نہیں بلکہ ان کا جواب سکوت ہے اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو پھر اعتراض صرف ہمارے شیخ جو بزرگان دین کی سیرت پر عمل پیرا ہیں کے ساتھ کیوں مخصوص ہے-

شبہہ نمبر-۲ آداب مرید میں سے ہے کہ مرید شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ تبرک کی خاطر لے- بعض منکرین نے اس کو سجدہ شمار کیا اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے والی نصوص اس پر لاگو کرتے ہیں-

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے مسلمان کا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور اس پر راضی ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے

(عام مسلمان غیر اللہ کو سجدہ نہیں کر سکتا) چہ جائے ہمارے شیخ کامل و مکمل جیسا عالم غیر اللہ کو سجدہ کرے یا کروائے، ہمارے شیخ کا انکار کم عقل ہی کریگا-

خاتمۃ المتاخرین شیخ علاء الدین حصکفی حنفی نے درالمختار کی کتاب "اکراھۃ و الاستحسان" میں فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عالم پرہیزگار، باعمل، یا عادل بادشاہ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا جائے کہا گیا ہے کہ یہ سنت ہے اور فرماتے ہیں کہ اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عالم یا زاہد کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ کے لیے پیش

کرے تا کہ اس کا بوسہ لیا جاوے۔انتہی (یہاں تک علامہ مذکور کی بات ختم ہوگئی)

علامہ شیخ شہاب ابن حجر شافعی ھیتمی مکی علیہ الرحمۃ ''تحفۃ المنہاج شرح المنہاج'' میں فرماتے ہیں کہ مصنف (صاحب منہاج) نے سر پر مہندی لگانے اور ہاتھ، پاؤں کے بوسہ لینے کو مکروہ قرار دیا بالخصوص دولت مند آدمی کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لینا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے کہ جس نے غنی کیلئے تواضع (عاجزی کا مظاہرہ) کیا اس شخص کا تین حصے دین جاتا رہتا ہے۔صالح آدمی یا علم کی شرافت کی وجہ سے کسی شخص کے ہاتھ پیر کا بوسہ لینا مستحب ہے کیونکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

شبہہ نمبر۳۔ مریدین کے قوت ارادت کی وجہ سے جذبات اور اضطراب ان پر وارد ہوتے ہیں۔۔جس کی وجہ سے وہ چیخ و پکار پر مجبور و مغلوب ہوتے ہیں صوفیہ کے اس حالت (کیفیت وجد) پر بعض لوگ طعن کرتے ہیں کہتے ہیں یہ لوگ پہلے تو فلاں فلاں گناہ وخطا کے مرتکب ہوتے تھے (اب یہ کیفیت ظاہر کرتے ہیں) یا اعترض کرتے ہیں کہ اب بھی یہ فلاں گناہ کرتا ہے، یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض گناہوں کا صادر ہونا دل کے خشوع کے مناقض ومنافی ہے (لہذا گناہ کے ارتکاب کے ساتھ یہ کیفیت طاری نہیں ہوسکتی)

میں کہتا ہوں سابقہ خطا یا غفلت لاحق ہونا، جذب کے منافی نہیں ہوسکتا کیونکہ بہت سارے اولیاء اکابر بعض خطا و گناہ کے مرتکب ہوتے ہوئے بھی اورادالٰہیہ کی وجہ سے ان پر جذب طاری ہوا لیکن خطا جب خیر پر غالب نہ ہو بلکہ خیر و نیکی خطا پر غالب ہو تو یقیناً اس شخص کی ہلاکت کا حکم نہیں کیا جا سکتا جب مرید کی مذکورہ حالت ہو (نیکی اس کے گناہ پر غالب ہو) اس پر بھی ہلاکت کا حکم نہیں کیا جا سکتا تو اس کے شیخ پیرومرشد پر جو مرید کی خطاؤں کا مکلّف بھی نہیں کیسے ہلاکت کا حکم جائز ہوگا۔

علاوہ ازیں ہر شخص کا خاتمہ نامعلوم ہے[1] اور اعتبار تو خاتمہ کا ہے (کہ اگر خاتمہ خیر

[1] معلوم نہیں کہ خاتمہ کس کا خیر پر ہوگا کس کا شر پر اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ خیر پر فرمائے۔۱۲۔س

پر ہوتو وہ شخص گناہگار ہونے کے باوجود ہلاکت سے محفوظ ورنہ ہلاک ہوگا)۔

حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی قدس سرہ شیخ ابن فارض کے دیوان کی شرح فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: جذب (وجد) کے متعلق بحث۔ جذبہ اچھی حالت کو کہتے ہیں اور عصر حاضر میں بہت سے نیم ملاؤں نے اس کا انکار کیا۔ انکا یہ انکار انکے دلوں میں کھوٹ کی وجہ سے ہے جس نے انکو اس حالت سے دور کیا اور جذبہ (وجد) خشوع کی تاثیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ

اے اللہ میں تیری پناہ لینا چاہتا ہوں اس دل سے جس میں تیرا خوف وڈر نہ ہو۔

یہ حدیث امام نسائی وامام ترمذی نے حضرت ابن عمرو بن عاص سے روایت کی۔

بسا اوقات تو منکرین فقراء (اہل طریقت) پر یہ طعن کرتے ہیں کہ فلاں خطا کے مرتکب ہیں اور انکے اس طعن سے انکا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ فقراء لغزش وگناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ ایسا کبھی بھی ممکن نہیں بلکہ جس کا خیر شر پر غالب ہوتو وہ کامل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عَشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ ثُمَّ یَاتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمَلَ مِنْھُمْ بِعَشْرِ مَااُمِرَ بِہٖ نَجٰی رَوَاہُ التِرْمِذِیْ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (وذکرہ سیوطی فی الجامع الصغیر۔[1]

تم (صحابہ کرام) ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے کوئی دسواں حصہ اعمال کا چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور پھر ایسا زمانہ آئیگا کہ ان لوگوں میں اگر کوئی دسواں حصہ اعمال پر عمل کرے (باقی نو حصوں کا ترک کردے) تو وہ نجات پائیگا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح: ص، ۳۱۰۔ الجامع الصغیر: ص: ۱۰۱/۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں ذکر کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس شخص کی نجات کا حکم صادر فرمایا ہے جو دسویں حصہ احکام پر عمل کرے یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے ہر اس شخص کیلئے جو کفر اور شرک سے محفوظ و سالم رہا اور عصر حاضر میں تو کم ہی لوگ کفر و شرک سے محفوظ ہیں اور یہ اسلیے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق و عنایت عطا نہیں فرمائی، اور عصر حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ عوام تو کجا بڑے بڑے علماء بھی طاعت کو گناہ اور گناہ کو طاعت تصور کرتے ہیں اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِیْـمَانَ لَیَخْلُقُ فِیْ جَوْفِ اَحَدِ کُمْ کَمَا یَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاسْئَلُوْ اللّٰہَ اَنْ یُّجَدِّدَ الْاِیْمَانَ۔[1] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

بے شک ایمان تمہارے اندر اس طرح پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑا پرانا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ ایمان کو تمہارے دلوں میں نیا و تازہ کر دے۔

اور فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ جذب بغیر سلوک کے اوامر حق کی بجا آوری اور منہیات سے باز رہنے کی صورت میں کوئی نتیجہ نہیں رکھتا، زیادہ سے زیادہ ہلاکت کی جگہوں سے بچے گا اور اس پر کوئی شخص مکلف نہیں جیسے کہ ہم نے اپنی کتاب ''اَلْمَطَالِبُ الْوَفِیَّہ'' میں اس کا بیان اسی طرح کیا۔ سلوک اوامر کی بجا اور آوری منہیات سے اجتناب کے باوجود میں بغیر جذب الٰہی کے کوئی نتیجہ نہیں رکھتا۔ جب تک علماء ظاہر اور عابد (اہل ظاہر) اہل طریقت کے زمرے میں داخل نہیں ہوتے (انکے علم و عبادت سے سلوک کی منازل طے نہیں ہوسکتیں)۔ مراد وہ علماء اور عابد ہیں جو علم ظاہر اور عبادت ظاہری پر اکتفا کرتے ہیں اور لوگ انکو دیکھ کر انکی تعریفیں

---

[1] الجامع الصغیر: ص:۱۴۸/۱

کرتے ہیں اور انکی عزت وتوقیر کو زیادہ کرتے ہیں، انکے باطن کا معاملہ ریاء-تکبر-حسد-غرور وغفلت پر مبنی ہو لیکن پہلے سلوک پھر جذب یا پہلے جذب پھر سلوک کی منازل طے کرنے والے دونوں حضرات اہل اللہ ہوتے ہیں-پس سالک مجذوب (جس کا سلوک جذب پر غالب ہو) وہ عالم باعمل ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص علم سے نوازا ہو، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوتا ہے اور مجذوب السالک (جس کا جذب، سلوک پر غالب ہو) وہ عالم باعمل ہوتا ہے-جس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُو اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے (سورۃ بقرہ، آیت:۱۸۲)

شریعت محمدی کے احکام مشروعیہ میں جذب الٰہی کو حاصل کرنے کی دعوت موجود ہے اور بدعت کے طریقے پر احکام مشروعیہ پر عمل کرنے کی صورت میں بدعت جذب الٰہی سے دور کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ بدعت کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی برائی گناہ کی برائی سے زیادہ ہے-

جذب قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا -[1]

حضرت موسیٰ بے ہوش کر گرے-

لَوْ اَنزَلْنَا هٰذَاالْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِO-[2]

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا ہوا، اللہ تعالیٰ کے خوف سے-

---

[1] سورۃ اعراف: آیت:۱۴۳

[2] سورۃ الحشر: آیت:

مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ O [1]---الخ

اللہ تعالیٰ نے اتاری دوہرے بیان والی کتاب اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے بدن کے- جو رب تعالیٰ کی خشیت رکھتے ہیں-

حضور نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ O

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو ڈرتا نہ ہو-

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نعرہ مارنا، کثرت کے ساتھ آہیں بھرنا، کثرت کے ساتھ رونا، خوف الٰہی، اضطراب اور زمین پر گرنا وغیرہ ثابت ہیں، یہ سب دل کی خشوع و عاجزی پر دلالت کرتی ہیں- شیخ محقق عارف عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی اپنی کتاب ''تنبیہ المغترین'' میں فرماتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ O وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ O [2]

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے-

تک تلاوت فرمائی تو بیہوشی و بے خودی کے عالم میں گر پڑے اور بہت زیادہ دیر تک زمین پر تڑپتے رہے-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایک دن یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی:

اَنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالاً وَّجَحِیْماً وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا O [3]

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب-

---

[1] سورۃ الزمر، آیت:۲۳ [2] سورۃ التکویر، آیت:۱-۱۰ [3] المزمل، آیت:۱۳

تو آپ کے پیچھے (مقتدی) حضرت حموان ابن اعین کھڑے تھے جو آیت مذکورہ سنی اور زمین پر گر کر فوت ہو گئے- میمون بن مھران فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے ایک قاری کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ○[1] اور بے شک جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے-

تو سر پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری اور اسی حالت میں بھاگ گئے تین دن کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں-

تو اے بھائی! اپنے پہلے بزرگوں کے احوال پر غور کر تم پر بھی کلام الٰہی کے سننے کے وقت کبھی بے خودی طاری ہوئی؟ یہ سب تیرے دل کی سختی و تاریکی کی وجہ سے ہے تو اپنے آپ کو لگام دے اور بھوک کو، کیوں کہ اس سے دل نرم ہوتا ہے- وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- انتہی (یہاں تک امام شعرانی کی بات مکمل ہوئی)-

حضرت علامہ شہاب ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح العباب'' کے باب ''اسباب الحدث'' کی فصل ''مَا يُحَرِّمُ عَلَى الْمُحْدِثِ'' میں یوں رقمطراز ہیں کہ متقدمین کی ایک جماعت جن میں سے ایک فرد قرآن پاک کی کوئی ایک آیت ساری رات یا رات کے اکثر حصے تک تلاوت کرتے تو قرأت کے وقت پوری جماعت چیخ و پکار کرتی اسی طرح (ایک دفعہ) انکی مکمل ایک جماعت فوت ہوگئی، تو اس واقعہ کو منکرین نے وضاحت کے لیے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی نے یوں فیصلہ صادر فرمایا- درست یہ ہے کہ اس حالت کا انکار نہ کیا جائے جہاں اگر کوئی (اس کیفیت کے لیے) تصنع (جان بوجھ کر یہ حالت اختیار کرنے) کا اقرار کرتا ہے تو اس وقت انکار کیا جائے- انتہی (علامہ ابن حجر کی بات یہاں تک ختم ہوئی)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں، ایسے واقعات بزرگانِ دین سے بہت زیادہ

---

[1] الحجر: آیت ۴۳

ثابت ہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو اس کیلئے قلیل دلائل بھی کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتا ہے وہی سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے۔

شبہہ نمبر ۴، کا جواب:

اعتراض میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ولی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہیں جب تک اس کے ہاتھ سے کوئی کرامت صادر نہ ہو اگرچہ عالم با عمل متبع سنت بدعات سے پرہیز کرنے والا اور صاحب استقامت ہی کیوں نہ ہو۔

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ ایک ایسا شبہہ ہے جو جواب کے لائق نہیں لیکن پھر بھی ہم اس کا جواب ذکر کر ہی دیتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر علماء اولیاء نہ ہوں تو اولیاء اللہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ مراد ان حضرات کی بلاشک علماء عاملین ہیں۔ جیسے حضرت امام شافعی صاحب سے اس بات پر تنبیہ مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَایَکُوْنَ الْعَالِمُ عَالِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ بِعِلْمِهٖ عَامِلًا

عالم اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے علم پر عمل کرنے والا نہ ہو۔

بعض نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی حالانکہ یہ حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جیسے کہ ابن حبان نے روضۃ العقلاء اور امام بیہقی نے مدخل میں روایت فرمائی۔

کیا کرامت ولایت کیلئے شرط ہے؟

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے فرمایا، اصحاب کرامات (علاوہ ازیں کہ انکی کرامت کسی سبب کی بنا پر ہو یا نہ ہو) سے بلند مرتبہ والے ولی بھی ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے دلوں سے پردے اٹھ گئے ہیں وہ خوارق و کرامات کے ظاہر کرنے سے مستغنی ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرامات کا ظہور بہت کم منقول ہے یہ

اسلیے کہ انکے دل صریح ایمان کے ساتھ آباد تھے۔'' انتہی (یہاں تک شیخ مذکور کی بات ختم ہوئی)

شیخ الاسلام زکریا انصاری ''اَلْاَضُوَاءُ البھجۃُ شرح اَلْمُنفَرِجَۃُ'' میں فرماتے ہیں کہ کرامت عادت کے خلاف کو کہتے ہیں۔ جو ایک ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کرامت میں اسکو ثابت قدم رکھنا ہے یہ وجہ ہے کہ بسا اوقات بعض ولایت کے ابتداء ہی سے کرامت کو پالیتے ہیں[1] اور ولایت کی انتہا کو پہنچنے والے کرامت کو انتہائی ولایت تک نہیں پاتے اسلیے کہ منتہی ولی رسوخ (پختگی) اور تمکن (قرار) کا مالک ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ کرامت کے ساتھ ثابت قدمی حاصل کرنے کا محتاج نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین سے کرامت کا ظہور کم ہوا ہے، اور صاحب کرامت، کرامت کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا خوف اور بھی زیادہ شدید ہوتا ہے کہ کہیں یہ (کرامت) استدراج نہ ہو اور صاحب استدراج، استدراج کے ظہور کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور اس انس کی وجہ سے اسکی نظر میں غیر حقیر ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ (کا اس کے خلاف) خفیہ تدبیر اور عذاب سے خود کو محفوظ و مامون تصور کرتا ہے تو ان مذکورہ علامات کی بنا پر یہ علامات جس کسی میں موجود ہوں اور اس کے ہاتھ پر کوئی خلاف عادت کام ظاہر ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ کام استدارج ہے کرامت نہیں۔

اسی لیے محققین فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات ولی کی توجہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت منقطع ہوتی ہے جب وہ کرامت کے مقامات میں واقع ہو جائے اسی لیے اولیاء کرام کرامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اس کو شدید بلا تصور کرتے ہیں۔ انتہی (یہاں تک شیخ الاسلام کی بات مکمل ہوئی)

---

[1] تا کہ وہ عبادت و شریعت پر ثابت قدم رہیں۔

شبہ نمبر-۵ کا جواب:

منکرین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے شیخ (حضرت خالد نقشبندی) ہندوستان جا کر سلوک کی (تمام) منازل تین سالوں میں کیسے طے کر آئے اور اس کم مدت میں وہ کیسے رشد و ارشاد کے منصب پر فائز ہوئے حالانکہ بہت سے اولیاء کرام اس مقام کو ساٹھ سالوں میں بھی حاصل نہ کر سکے۔

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ تو خدا کا فضل ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہے اپنا فضل عطا کر دے اللہ تعالیٰ کے فضل پر تو اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا فضل عقل کے احاطہ سے خارج ہے کاش منکرین کو اس بات کا یہ علم ہوتا کہ بہت سارے اولیاء کرام نے مقام وصل کو ایک دن سے بھی کم مدت میں حاصل کیا ہے۔

حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقت میں ان راستوں کی لمبائی و کمی کیطرح جو قدموں کے ساتھ طے کی جاتی ہے نہیں بلکہ طریقت تو ایک روحانی راستہ ہے جس کو (قدموں کی بجائے) دل و افکار، عقائد و بصیرت کے ذریعے طے کرتے ہیں۔ اصل میں تو طریقت ایک آسمانی نور اور نگاہ خدا تعالیٰ ہے جو بندہ کے دل پر پڑتی ہے، اس نظر خداوندی کے ساتھ بندہ ایک ہی نظر میں دونوں جہانوں کے معاملہ کی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے پھر یہ نور بعض اوقات بندہ سو سال حاصل کرتا ہے اور اس کے لیے فریاد کرتا ہے لیکن اس نور میں سے کچھ بھی نہیں حاصل ہوتا۔ بعض ساٹھ سال میں اسکو حاصل کرتے ہیں بعض دس سال میں بعض ایک لحظہ میں اس نور کو حاصل کر لیتے ہیں، اسکو حاصل کرنا یقین کی قوت کے مطابق ہوتا ہے۔ انتہی۔ تو اے بھائی امام کے اس عمدہ کلام میں غور کرو

شبہ نمبر-۶ کا جواب:

اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ بعض مشائخ دنیاداروں و منصب

داروں (کو عیش و آرائش کے باوجود) ذکر کی تلقین اور سلوک و تربیت کے لیے نہیں بلکہ تبرک کی خاطر بیعت کرتے ہیں (جو کہ درست نہیں) میں کہتا ہوں کہ ذکر کی تلقین بعض منصب دار و کاروباری لوگوں کو تبرک اور دل کی غفلت دور کرنے کی غرض سے تاکہ دل صیقل ہو جائے اور اس میں خوف پیدا ہو جائے اور غرور کے گھر سے دور ہو کر توبہ کی طرف تدریجاً (آہستہ آہستہ) ترقی کر جائے اور اصلاح نفس کی طرف متوجہ ہو جائے ایک بہت مستحسن کام ہے اور اس قسم کی تلقین ارشاد کی مصلحتوں میں سے ہے- اگر شیخ ان لوگوں کو پہلی دفعہ ہی کہہ دے کہ سب کچھ جو تو کرتا ہے چھوڑ دے، اور ہر قسم کے مظالم سے نکل اور توبہ کر ورنہ میں تجھے ذکر کی تلقین نہیں کرتا، یوں تو وہ شخص ہدایت کے راستے سے پھر جائے گا اور متنفر ہو جائیگا کیونکہ اس کے لیے مذکورہ شرائط پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہو گا اور بعض فائدہ سے بھی محروم رہ جائیگا- بسا اوقات تو وہ شخص ناامیدی کی حد تک پہنچ جائے گا، اور مشائخ کو مذکورہ حکمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے وراثتاً ملی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بعض دیہاتیوں کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے تھے بعض دیہاتی عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم اسلام کو اس شرط پر قبول کرتے ہیں کہ ہم سے اسلام کا ظاہر کرنا ساقط ہو بعض کچھ اور شرائط لے کر حاضر ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انکی شرائط کو قبول فرماتے تاکہ آہستہ آہستہ مکمل ہدایت کی طرف گامزن ہو جائیں- اور بعد میں وہ لوگ مکمل راہِ راست پر آ بھی جاتے-

جب حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض فاسق لوگوں کے ساتھ میل جول ختم کر دیا اور مجلسِ وعظ سے انکو دور کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی کہ اے داؤد: سیدھا شخص (راہ حق پر چلنے والا) تمہارا محتاج نہیں، ٹیڑھے (حق سے منحرف شخص) کو آپ اپنی مجلس وعظ میں نہیں چھوڑتے؟ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ حکم ملا تو اس کے بعد آپ نے ان فاسق لوگوں کو اپنی مجالس و جماعت میں داخل

ہونے کی اجازت دیدی، کاش کہ اعتراض کرنے والے کو اس بات کا علم ہوتا کہ فاسق کو یا دنیا کی تاریکیوں میں گرفتار شخص کو کسی نے بھی کافر نہیں کہا تا کہ باطنی امراض کے علاج سے ناامیدی کی بنا پر اسکو دھتکار نہ دیا جائے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ تمام ذاکرین (مریدین) تارک دنیا اور استقامت والے ہوں بلکہ بعض قرب کے درجات تک پہنچ جاتے ہیں بعض درمیانے ہوتے ہیں بعض درجات سے گرے ہوئے بیعت سے محض برکت حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اور اس اچھی مصلحت پر بہت سارے مشائخ نے عمل کیا یہ صرف انکا مسلمانوں کے ساتھ نرمی وشفقت کی بنا پر تھا، جیسے شیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''منن الکبریٰ'' میں فرمایا اور شیخ الشہاب ابن حجر ھیثمی مکی ''خاتمۃ الفتاویٰ'' میں فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ سے بیعت کرنے میں بیعت کرنے والوں کی حالت مختلف ہوتی ہے۔بعض محض برکت حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرتے ہیں، بعض تربیت وسلوک کی منازل طے کرنے کی غرض سے بیعت کرتے ہیں، برکت کی خاطر بیعت کرنیوالا جس شیخ سے چاہے بیعت کر لے اس میں کوئی حرج نہیں - شیخ عارف امام شعرانی اپنی کتاب ''اَلْاَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ شیخ کیلیے ضروری ہے کہ وہ مرید کو ابتداء ہی سے ترک دنیا کا حکم نہ دے بلکہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرید کے لیے قرب الٰہی کے ذرائع کی فہرست تیار کر لے پھر مرید کی اس فہرست کے مطابق تربیت کرے پھر مرید اس چیز کی طلب کی طرف آگاہ رہے، جسکی طرف شیخ دعوت دینا چاہتا ہے اور حکم کی بجا آوری کے لیے تیار رہے گا تو پھر اس پر توفیق الٰہی کی ہوا چلے گی تو پھر جو چیز حق کے مشاہدہ کے لیے حجاب ہوئی وہ اسکے مشاہدہ میں رکاوٹ نہ رہے گی -انتہی

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ مذکورہ فہرست (قرب کے ذرائع جو شیخ مرید

کے لیے تیار رکھے) مریدین کے استعداد کے مختلف ہونے کے ساتھ مختلف ہوتی ہے، بعض تو انکو بہت کم مدت میں پورا کر لیتے ہیں اور بعض طویل مدت تک بھی اس کو پورا نہیں کر پاتے یہ مریدین میں شیخ کی فراست کے مطابق ہوتا ہے اور مذکورہ بالا کتاب (اَلْاَجْوِبَةُ الْمَرْضِيَّة) میں ہے- میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو کہتے تھے نفس زبانِ حال سے اپنے صاحب کو کہتا ہے تم بعض اغراض میں میرے ساتھ ہو جا ورنہ[1] پچھاڑ دونگا- مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُنبَتُ لَا اَرْضاً قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا اَبْقٰی -یعنی بعض کسان جانور پر اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں کہ نہ تو وہ چلنے کے قابل رہتا ہے نہ اپنی پیٹھ بچانے کے قابل رہتا ہے[2]-

میں نے سیدنا علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو فرماتے تھے کہ جب کوئی عبادت میں قیام سے عاجز ہو جائے تو اپنی تقویت (جسمانی) کیلئے بعض جائز نفسانی خواہشات[3] کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کی خاطر اچھا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں لذیذ کھانے کھا لینے ٹھنڈا و میٹھا پانی پینے میں کوئی حرج نہیں- حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ اپنے دوستوں کو فرماتے تھے اچھے سے اچھا کھانا کھاؤ، میٹھے سے میٹھا پانی پیو اور اچھے بچھونوں پر سویا کرو اور بہترین لباس پہن لیا کرو، لیکن اپنے رب کا ذکر بھی کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب تم میں سے کوئی ایسا کریگا اور الحمد للہ رب العالمین (کلمہ شکر زبان پر لائے) کہے تو ہر عضو شکر کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اگر کوئی اس کے خلاف

---

[1] اگر بعض جائز خواہشات نفس کو پورا کرنے سے نفس کی ضد سے آدمی محفوظ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ورنہ نفس ضد پر اتر آئے گا جس سے محرمات کا ارتکاب ممکن ہے-۱۲- سلطان احمد عفی اللہ عنہ

[2] یعنی جب جانور پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جائے تو وہ صرف یہ نہیں کہ چلنے کے قابل ہی نہیں رہتا بلکہ پیٹھ کا زخمی ہونا ممکن ہے، اسی طرح مرید پر زیادہ سختی کی صورت میں وہ صرف یہ نہیں کہ راہ سلوک پر چل نہیں سکے گا بلکہ راہ شریعت کے چھوڑنے کا امکان ہے: هٰذَا مَاعِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ — سلطان احمد

[3] اچھی غذا لینا تاکہ جسم میں تقویت آجائے تاکہ تا دیر عبادت میں قیام ہو سکے-

کرتا ہے تو الحمدللہ کہے گا لیکن دل میں اپنی حالت پر کراہت و ناپسندی بھی پائی جائیگی اور جب بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو دل میں اپنی حالت (جو تکلفاً بنائی جائے) پر کراہت کا پیدا ہونے کا گناہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے والے گناہگار سے زیادہ ہو گا (بلکہ) دنیا کی نعمتوں کو استعمال کرنا یقیناً دل میں کراہت و ناپسندی کی حالت سے بہت ہلکا ہے۔

سید ابوالمواہب شاذلی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے ہمارے طریقہ ''نقشبندیہ عالیہ'' میں تنگی و سختی نہیں بلکہ لباس وغیرہ میں نعمت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ عمدہ لباس میں نفس کی برائی نہیں ہوتی ہم میں سے (حضرات نقشبندیہ) کسی کا لباس اغنیاء کی طرح ہوتا ہے لیکن دل فقیر کا ہوتا ہے۔ ان حضرات کو فقر (ظاہری مفلسی) کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اچھے خاصے لباس اور عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔[1] حضرت ملا علی قاری حنفی قدس سرہ نے اس حدیث کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو یاد فرمائے گا اور انکو عظیم المرتبت جنتوں میں داخل فرمائے گا، کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہوں و امراء یا انکے طرز و طریقے پر عمل کرنے والوں کی حشمت اور زندگی کا خوشحال ہونا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مانع نہیں بلکہ یہ حضرات دنیاوی حشمت و عظمت کے باوجود اجر و ثواب کے مستحق ہونگے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ انکو بلند و بالا جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ حضرت کے (ملا علی قاری کے) قول میں بعض صوفیہ نقشبندیہ شاذلیہ کی طرف اشارہ ہے۔ انتہی

''رشحات عین الحیاۃ'' میں ہے کہ امام طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاء الدین شیخ محمد نقشبند قدس سرہ نے اپنے خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار علیہ الرحمۃ سے فرمایا، بہترین کھانا

---

[1] اور لباس اہل دنیا کار عقبیٰ می کنند - خرقۂ فقر است پنہاں در طریق نقشبند

کھایا کرو اور بہترین طریقے سے ذکر کرو-انتہی (یہاں تک ملا علی قاری کی عبارت ختم ہوئی-)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ مذکورہ شبہہ کے جواب میں اسقدر ہی کافی ہے (باقی) اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور ہدایت دیتا ہے-

شبہہ نمبر-۷ کا جواب:

بعض منکرین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مشائخ بعض علماء وسادات کرام کو بعض خدمات (جوانکی شان وعظمت کے خلاف ہیں) کا حکم کرتے ہیں جیسے پانی بھر کرلانا، گارا بنانا کسی جگہ جھاڑو دینا وغیرہ یہ تمام کام انکے ساتھ مروت ومحبت اور انکی حیثیت کے خلاف ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی مروت ومحبت سے کوئی مروت اعلیٰ نہیں، نہ ہی کسی کی ہیئت انکی ہیئت سے بلند وبالا ہے حالانکہ مذکورہ افعال اصحاب کرام سے بہت زیادہ صادر ہوئے ہیں-

علامہ محقق محمد آفندی رومی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں فرمایا، ضروری ہے کہ مرید اچھی تواضع استعمال میں لائے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تواضع فرماتے-اسی لیے گھر کا کام اور گھریلو ضروریات، جیسے جھاڑو دینا، روٹی پکانا، بازار سے سامان گھر لے کر آنا، کھردرا پھٹا پرانا اور پیوند والا لباس پہننا اور طیلسان استعمال کرنا ننگے پاؤں چلنا اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا، کھانے کے برتن کو انگلی کے ساتھ صاف کرنا اور زمین پر گری ہوئی چیز کو اٹھا کر کھالینا، مساکین کی مجلس اور ان کے ساتھ خلط ملط ہونا اور کسب (خرید وفروخت) کرنا جائز کاموں کی مزدوری کرنا، جیسے بکریوں کو چرانا باغ کو سیراب کرنا، مٹی کا کام کرنا، بنائی کا کام کرنا، لکڑیوں کا ہار پیٹھ پر اٹھانا، یہ تمام کام تواضع ہی ہیں، یہ تمام کام انبیاء کرام، اولیاء کرام وغیرہ نے کیئے ہیں بالخصوص سید المرسلین ﷺ اور اصحاب کرام سے اس قسم کے

کام صادر ہوئے ہیں ان کاموں سے اعراض کرنا یا مکروہ جاننا تکبر ہے-لیکن بہت سے جاہل لوگ معاملہ اس کے برعکس (الٹ) کرتے ہیں-انتہی

حضرت ثابت بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بازار سے آرہے تھے آپکی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا تھا (حالانکہ) اس وقت آپ مروان کے نائب تھے-آپ نے فرمایا کہ اے ابن ابی مالک امیر کے لیے راستہ چھوڑ دو-

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپکی گردن پر پانی کا مشکیزہ تھا میں نے عرض کی اے امیر المومنین، یہ آپ کے شایان شان نہیں (کہ آپ لوگوں کیلئے مشکیزہ بھر کر لائیں) آپ نے فرمایا، جب میرے پاس بات کو سننے اور امیر (میری) کی اطاعت کرنے والے وفود آئے تو میرے نفس میں بڑائی داخل ہونے لگی تو میں نے ارادہ کیا کہ اس تکبر و بڑائی کو ختم کر دوں اسلیے میں نے مشکیزہ بھر کر انصار کی بوڑھی عورتوں کے گھر گھر جا کر انکے برتن پانی سے بھر دیئے-

شبہہ نمبر-۸ کا جواب:

منکرین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ مرید جذبہ (وجدانی کیفیت) کی حالت میں دو حال سے خالی نہیں یا تو جذبہ میں اسکی عقل اور اختیار دونوں باقی صحیح سلامت ہونگے یا وجد کی کیفیت میں اسکی عقل مسلوب (ختم) ہوگی، اگر پہلی صورت ہے تو (وجد کی کیفیت) وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اسکا تصنع ہے، اگر دوسری صورت (عقل مسلوب) ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ہم نے انکو دیکھا کہ (وجد کے بعد) نیا وضو نہیں کرتے بلکہ نماز پڑھتے ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں وجد و جذبہ کی کیفیت کو مذکورہ دو صورتوں میں مقید

کرنا بہت بڑا مغالطہ ہے۔ مذکورہ دونوں صورتیں وجد کی نہیں بلکہ ایک تیسری صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وجد میں عقل باقی رہتی ہے لیکن اختیار فیوضات الٰہیہ سے مغلوب ہونے کی وجہ سے باقی نہیں رہتا۔ جیسے لرزہ والا بخار، اس بخار میں عقل باقی رہتی ہے لرزنے اور کانپنے پر قابو پانے میں اختیار ختم ہو جاتا ہے (اور اس پر قابو نہیں رہتا) وجد کی کیفیت بھی اسی طرح ہی ہے، کہ عقل باقی رہتی ہے لیکن حرکات پر قابو پانے میں اختیار ختم ہو جاتا ہے، جیسے چھینکنے والے کی عقل باقی رہتی ہے لیکن بعض اوقات چھینک کے روکنے سے اسکا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

وجد کے بارے شیخ سنبل کا مناظرہ:

سید محبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خلاصۃ الاثر'' میں ہے کہ شیخ سنبل سنان رومی علیہ الرحمہ جو بہت بڑے عالم وصوفی تھے اور مفتی الثقلین مولنا ابوسعود عمادی کے ہم عصر تھے۔ آپ اہل سماع میں سے تھے آپکے زمانے میں علماء ظواہر میں سے بہت بڑے عالم مولیٰ عرب نامی عالم نے آپ کے بارے زبان درازی کی اور آپ پر بہت زیادہ رد کیا جسکی وجہ سے علماء کے دو گروہ بن گئے لیکن زیادہ علماء شیخ سنبل کے حق میں تھے۔

ایک دن مناظرہ کے لیے جامع سلطان محمد میں طرفین جمع ہوئے تو شیخ سنبل نے کہا کہ ہمارا یہاں پر اکٹھے بیٹھنا کتنا اچھا ہے اس مجلس کا داعی کون ہے تو مولیٰ عرب جو قسطنطنیہ کے قاضی تھے بولے اس مجلس میں قباحت ہے وہ یہ کہ آپ کے مریدین و متبعین رقص اور سماع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کے پاس اسکے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے ہمارے سامنے اسکو بیان کرو اگر کوئی دلیل نہیں تو پھر انکو اس فعل سے منع کرو تو شیخ سنبل نے کہا کہ جب کوئی شخص صاحب اختیار نہ ہو تو شریعت اس پر کیا حکم کرتی ہے۔

قاضی نے کہا کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ دوران ذکر آپکے مریدین میں (جن پر وجد کی کیفیت طاری ہو) کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ شیخ سنبل نے فرمایا، ہاں ان میں کوئی

اختیار نہیں رہتا تو قاضی نے کہا ہم فرض کر لیتے ہیں- جذبہ (وجد) کی حالت میں انکا اختیار ختم ہوتا ہے لیکن یہ بتائیں کہ جس کا اختیار مسلوب (ختم) ہو جائے تو انکی عقل باقی رہتی ہے یا کہ عقل بھی زائل ہو جاتی ہے- تو شیخ سنبل نے فرمایا انکی عقل کامل باقی رہتی ہے تو قاضی صاحب نے کہا کہ اے اللہ! کتنی تعجب کی بات ہے کہ اختیار کو تو مسلوب (ختم) جانتا ہے اور عقل کو باقی مانتا ہے، یہ کیسی بات کرتا ہے تو شیخ سنبل نے فرمایا کہ قاضی صاحب کبھی آپکو بخار ہوا، کہا- ہاں ہوا ہے، تو شیخ صاحب نے فرمایا بخار کے وقت کیوں لرزتے ہو، کیا آپکے سر میں عقل باقی نہیں رہتی- اختیار کے سلب (ختم) ہونے کے ساتھ عقل کا زوال ضروری نہیں، اگر تم غافل ہو تو اس بات پر غور کرو- اس پر قاضی صاحب لاجواب ہو گئے-

اسکے بعد قاضی صاحب اپنی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہکا بکا رہ جانے کو بیان کیا (تسلیم کیا) اسکے بعد انہوں نے شیخ سنبل کے بارے کوئی بات نہیں لکھی-

شبہہ نمبر-9 کا جواب:

اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ہمارے شیخ (خالد نقشبندی) بعض مریدین کو بعض شہروں میں بھیجتے ہیں تا کہ وہ بیعت کرنے والوں کی رہنمائی کریں اور طریقت کے فوائد کو پھیلائیں، اگر شیخ کا مقصد شہرت نہ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ کرتے ایسا تو وہ صرف اور صرف اپنی شہرت کی خاطر کرتے ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں اگر رشد و ہدایت صرف فقط شہرت اور سیاست کا ذریعہ ہے تو پھر یہ اعتراض درست ہے اگر ایسا نہیں تو مرشد کامل کو چاہیے کہ جس کو بھی رشد و ہدایت کا اہل دیکھے اسکو لوگوں کی رہنمائی و تربیت کیلئے کسی علاقے میں بھیج دے- بہت سے اولیاء کرام اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں بھیجتے رہے ہیں بالخصوص حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کیونکہ نقشبندیوں کے رئیس حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ ہر ولایت

(صوبے) شہر اور قریہ میں اپنے خلفاء میں سے کسی کو روانہ فرماتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب حق ظاہر ہو جائے اور پھیل جائے تو اسکا فائدہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ ہم نے دور دراز علاقوں میں بہت سے باطل امور دیکھے جو الحمد للہ ہمارے شیخ کے خلفاء کے ان جگہوں میں تشریف لیجانے سے ختم ہو گئے، ان باطل امور کی جگہ تقویٰ ذکر اتباع سنت اور خشیت الٰہی نے لے لی اور لغزش و خطا کا تدارک ندامت، توبہ اور استغفار سے ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا○[1]

فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل نے مٹنا ہی تھا۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○[2]

تو کیوں نہ ہو کہ ان (مسلمانوں) کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تا کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ (عذاب الٰہی) سے بچیں۔

علامہ محقق مفسر نظام نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اس آیت شریفہ کی تاویل میں اپنی تفسیر میں اس طرح ارشاد فرمایا، کیوں نہ ہر قوم وقبیلہ سے ایک جماعت (جو انکے خاص الخاص اور استعداد میں کامل ہوں) اللہ کی راہ میں نکلیں تا کہ سلوک کی تعلیم حاصل کریں اور پھر جا کر اس سلوک کی خبر اپنی قوم کو بھی دیں تا کہ وہ لوگ فتنہ سے بچ جائیں۔

کاش کہ منکر کو یہ علم ہوتا کہ ہر ولایت (صوبے) ہی میں نہیں بلکہ ہر شہر وقصبہ میں ایک عالم کا ہونا ضروری ہے جو دین کے دلائل پر قائم ہو اور لوگوں کے شبہات کو دور کر سکے،

---

[1] بنی اسرائیل، آیت:۸۱، پارہ ۱۵۔

[2] سورۃ توبہ، آیت ۱۲۲، پارہ:۲

لیکن خلفاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں بصیرت کے ساتھ اور سید المرسلین ﷺ کے راستے کی اتباع کرنے والے نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والے اور ذکر و مراقبہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی تلقین کرنے والوں پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

بلکہ یہ (دور دراز علاقوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا) تو ان نیکیوں میں سے ہے جن کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ایک شبہ باقی رہ گیا جس کا جواب علامہ مرحوم محمد آمین افندی نے اپنے رسالہ ''اَلْبَدِیْعَۃُ اَلرَّدُّ الْمُنْکِرِیْنَ اَھْلَ الْحَسَدِ وَالْخَدِیْعَۃِ'' میں فرمایا ہے کہ باقی شبہات میں سے کوئی قوی شبہ (ایسا) نہیں رہا (جس کا جواب نہ دیا ہو) لیکن بعض ایسے شبہات ہیں جو مکڑی کے جال سے بھی زیادہ نازک ہیں جو جواب کے لائق نہیں بلکہ ان کے بارے سکوت ہی جواب ہے۔ منصف، متبع حق بین کیلئے اس قدر ہی کافی ہے۔

الباب الثالث (تیسرا باب)

ہمارے شیخ اللہ تعالیٰ انکی امداد واعانت فرمائے، ضیاء الدین مولانا شیخ خالد کردی علیہ الرحمۃ ہیں- آپ عقیدتاً اشعری مذہباً شافعی طریقت میں نقشبندی مجددی مشرباً قادری، اور سہروردیہ، کبرویہ چشتیہ میں ماذون ہیں، نسب عثمانی ہے آپ کا نسب ولی کامل پیر میکائیل صاحب الست جو کراد شہر میں شش انگشت (چھ انگلیوں والے) کیونکہ انکی انگلیاں پیدائشی طور پر چھ تھیں) کے ساتھ مشہور ہیں، تک پہنچتا ہے، اور انکی نسبت خلیفہ ثالث، منبع حیا، ذوالنورین حضرت عثمان غنی ابن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے-

تعلیم: آپ صرف، نحو، فقہ، منطق وضع عروض، مناظرہ، بلاغت، بدیع حکمت، وکلام، اصول وحساب، ہندسہ، اصطرلاب، ھئیت، حدیث، تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپکی نسبت ولی کامل پیر خضر جو کراد سے بھی ہے جو نسب اور حال میں معروف ومشہور ہیں-

پیدائش: آپ ۱۱۹۰ھ میں قرہ باغ میں پیدا ہوئے- قرہ باغ سلیمانیہ سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے جو مدارس اور خوب صورت باغیچوں اور ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں پر مشتمل ہے-

سفر تعلیم: آپ نے یہاں بعض مدارس میں قرآن پڑھا، بلوغت سے پہلے امام رافعی کے اقوال کو لکھا اور صرف میں ''متن زنجانی'' اور کچھ علم نحو میں سے یاد کیا اور بلوغت سے پہلے آپ نثر ونظم پر دسترس رکھتے تھے حلیم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی تربیت زہد، (دنیا سے بے رغبتی) بھوک، شب بیداری، عفت، تجرید (گوشہ نشینی) کے ساتھ کرتے تھے پھر آپ طلب علم کیلیے شاسعہ علاقہ کے گردونواح میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے علوم نافعہ پڑھے پھر آپ اپنے علاقہ قرہ باغ کے نواح کی طرف واپس تشریف لائے تو شیخ کامل

الفاضل ،اخلاق حمیدہ کے مالک ،شیخ عبدالکریم برزنجی، عالم محقق ،ملا صالح ، عالم محقق ملا ابراہیم البیادی ،عالم مدقق سید عبدالرحیم برزنجی (جو عبدالکریم برزنجی کے بھائی ہیں) عالم فاضل شیخ عبداللہ الخریانی سے تعلم حاصل کی پھر آپ حریر کے گردونواح میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے شرح ملا جلال پڑھی ،اسکے علاوہ بھی آپ نے وہاں علوم میں بہت کچھ حاصل کیا پھر آپ عالم باعمل ملا عبدالرحمٰن جلی رحمۃ اللہ علیہ (باوجود اسکے کہ عبدالرحمٰن جلی بیمار تھے، اسی بیماری میں رحلت فرما گئے) سے طلب فیض کرتے رہے- پھر آپ سلیمانیہ دوسری دفعہ تشریف لائے ،تو یہاں آپ نے ''رسالہ شمسیہ''،''مطول حکمت''، کلام وغیرہ ذلک کتابیں پڑھیں پھر آپ بغداد تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ''مختصر المنتھی فی الاصول'' پڑھی- پھر آپ بغداد شریف کے ایک محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ایسے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا کہ وہ انتہائی متقی صاحب ورع تھے ،تمام اہل فارس کے مسائل کا احسن طریقہ سے جواب دیتے تھے، یہاں آپ نے ان علماء کرام سے تحفہ ابن حجر اور تفسیر بیضاوی پڑھی لیکن دوران تعلیم آپ ہی ناسفتہ موتیوں کے چہروں سے فوائد کو ظاہر فرماتے تھے یعنی آپ استفادہ بھی اور افادہ بھی فرماتے تھے-آپ انتہائی انصاف ور اور بیمثال ذکاوت وقوت حافظہ کے مالک تھے- بسا اوقات دوران درس (بعض مسائل میں) آپ اتنی باریکیوں میں چلے جاتے کہ آپکے اساتذہ بھی آپکے ذہن کو راضی اور مطمئن کرنے سے عاجز ہو جاتے اور آپ اپنی زبان حال سے کہتے ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (کیا کچھ اور بھی ہے تو مجھے عطا کردو)اور بعض اوقات سوال وجواب کا سلسلہ پیچیدہ ہو جاتا تو اس وقت آپ کے سوا کوئی جواب دینے والا نہ ہوتا حالانکہ اس وقت آپ اپنے دوست واحباب میں سے سب سے کم سن تھے اور کم سنی میں تو ویسے بھی علم وعرفان کے بہت سے مسائل سے آدمی ناواقف ہوتا ہے حتی کہ طالب علمی میں بھی آپ سے لوگ وہ (مشکل ترین) کتابیں پڑھتے جن کی

تحقیق سے لوگ عاجز تھے حتی کہ آپ (دوران طلب علم) انتہائی تحقیق کے ساتھ وہ مشکل ترین کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہے، جنکے پڑھنے پڑھانے سے دہریہ (مادیت پرست) لوگ متحیر (حیران و پریشان) تھے- پس آپکا بیمثل علم، تقویٰ، ذکاوت، وفہم اطراف میں مشہور ہوا یہاں تک کہ بعض امراء وقت نے آپکو اپنے مدارس میں تکمیل سے پہلے (دوران طالب علمی) غیر معمولی وظائف و آرائش کے ساتھ تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی دعوت دی لیکن آپ نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں فی الحال اس مقام کا اہل نہیں ہوں، پھر آپ سنندج کی طرف چل دیئے آپ یہاں آکر عالم مدقق ''چمینی'' زمانہ جس کے محض اشارہ میں ہر بیماری کی شفا تھی اور جہالت کے طویل مرض میں مبتلا شخص کیلیے نجات تھی، شیخ محمد قسیم سنندجی سے علم حساب، ہندسہ اور علم فلکیات پڑھے، پھر آپ تشنگی علم کی تکمیل کے بعد اپنے وطن تشریف لائے لیکن جب سلیمانیہ ۱۲۱۳ھ میں طاعون کی بیماری پڑ گئی- اس طاعون میں آپ کے اکابر مشائخ میں سے شیخ کبیر سید عبدالکریم برزنجی، وفات پا گئے تو آپ نے اپنے شیخ کے منصب پر تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور تدریس شروع کردی- دنیاداروں کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے آپ کی توجہ صرف (دنیا سے کٹ کر) خدائے لایزال کی طرف ہی رہتی- آپ امراء و حکامِ وقت کے پاس کبھی بھی نہ جاتے اور (آپ الامر بالمعروف والنهي عن المنكر (اچھائی کی دعوت اور برائی سے روکنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرتے) ان صفات محمودہ کی وجہ سے لوگ آپکے معتقد ہو گئے- جس کی وجہ سے آپکے معاصرین مدرسین آپ پر رشک کرنے لگے لیکن آپ فقر، قناعت، اور فیض رسانی میں مشغول رہنے پر ثابت قدم رہے-

سفرِ حجاز مقدس:

یہاں تک کہ آپ کے اندر ۱۲۲۰ھ میں حج بیت اللہ اور روضہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شوق بڑھتا گیا تو آپ نے تنہائی اختیار کی اور اپنے گھر سے اللہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی خاطر رخت سفر باندھا۔ آپ نے حجاز مقدس کا سفر براستہ موصل دیار بکر، رھی، حلب اور شام سے شروع فرمایا اور ان علاقوں کے بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں فرمائیں اور شام میں عالم بے مثال شیخ المشائخ شیخ الحدیث محمد الکزبری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ نے ان سے حدیث لی اور ان سے حدیث کی سماعت کے بعد انہوں نے آپکو سینے سے لگایا اور اسناد و سلسلہ جلیلہ کی اجازت بھی عطا فرمائی اسی طرح انکے شاگرد اخص شیخ مصطفیٰ کردی سے بھی ملاقات فرمائی۔ انہوں نے بھی اپنے شیخ محمد الکزبری کی طرح بہت سے امور کی اجازت عطا فرمائی جن میں ایک طریقہ عالیہ قادریہ بھی ہے اسکے بعد آپ نے شام سے مدینہ منورہ کے سفر کا آغاز فرمایا۔ راستے میں دوسروں کو کھلاتے لیکن خود کچھ نہ کھاتے یوں آپ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے حضور کی مدح فارسی قصائد سے فرمائی۔ آپ مدینہ منورہ میں اتنی دیر رہے جتنی دیر حجاج کرام رہتے ہیں۔ دل میں مسجد نبوی کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس دوران میں کسی نیک صالح شخص کی تلاش میں تھا تاکہ وہ مجھے کوئی نصیحت کرے، اور میں اسکی نصیحت پر عمل کروں اور برکت حاصل کروں، تو میری ملاقات ایک یمنی عالم باعمل صاحب استقامت سے ہوئی تو میں نے جاہلوں کی طرح اس سے نصیحت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے مجھے بعض چیزوں کے بارے نصیحت فرمائی جن میں سے ایک یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں اگر تم ظاہراً کوئی کام خلاف شرع دیکھو تو کسی کو منع نہیں کرنا میں نے اس نصیحت پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا لیکن جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو جمعہ کے دن صبح کو میں کعبہ شریفہ حاضر ہوا اور کعبہ شریفہ کی طرف

متوجہ ہوکر ''دلائل الخیرات'' پڑھنا شروع کی تو دیکھا کہ ایک شخص کو دیکھا جس نے کالا جبہ پہنا ہوا تھا، حلیہ اور لباس عوام جیسا تھا اس نے کعبہ شریفہ کو پیٹھ کی ہوئی تھی اور رخ میری طرف تھا- کعبہ اور اسکے درمیان کوئی چیز حائل بھی نہ تھی تو میں سوچنے لگا کہ اس شخص کو کعبہ شریفہ کے آداب کا کوئی خیال نہیں تو اس نے مجھے کہا اے آدمی کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی عزت واحترام کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے (علم ہونے کے باوجود) پھر آپ نے کیوں سوچا کہ میری پیٹھ بیت اللہ کی طرف اور رخ آپکی طرف ہے اور کہا آپ نے اس شخص کی نصیحت نہیں سنی جو مدینہ میں تھا اور تمہیں اس نصیحت پر عمل کرنے کی تاکید نہیں فرمائی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص اکابر اولیاء میں سے ایک ہیں اور اس طریقے (عوام جیسا لباس پہننے) سے خود کو لوگوں سے چھپاتے ہیں، میں گیا اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور عفو ودرگزر اور حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کا سوال کیا تو انہوں نے مجھے کہا آپکی کامیابی اس علاقے میں نہیں دیار ہند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہاری کامیابی اس طرف ہے اور فرمایا کہ یہاں سے ہی تمہیں کامیابی کا اشارہ ملے گا اس پر میں حرمین شریفین کے ہر شیخ سے مایوس ہو گیا-

حج ادا کرنے کے بعد میں دوبارہ ملک شام کو لوٹا وہاں آپ نے دوبارہ شام کے علماء کرام کے ساتھ ملاقات فرمائی اور انکے دلوں کی سیاہی کو دور فرمایا پھر آپ برکات حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن دوبارہ لوٹے اور تدریس شروع فرمائی- پہلے سے بھی زیادہ زہد وتقویٰ اختیار فرمایا دل میں شیخ طریقت کا شوق بھی تھا حتیٰ کہ سلیمانیہ کا ایک شخص ہندی جو اس شیخ کے مریدین میں سے تھا[1] جس کی طرف مکہ میں ایک ولی نے اشارہ بھی فرمایا تھا جب وہ شخص آپکے پاس بیٹھا تو آپ نے مرشد کامل کے بارے میں اپنا اشتیاق وطلب ظاہر فرمائی تو اس ہندی نے کہا کہ میرے شیخ جو کامل عالم باعمل اور طریقت کی تمام منازل سے واقف،

---

[1] ان صاحب کا نام مرزا رحیم اللہ بیگ تھا (م ۱۲۶۴ھ)- مجددی-

رشد وہدایت کی باریکیوں پر بخوبی عالم ہے- طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ ہیں تو آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ ہم آپکی خدمت میں جہان آباد میں حاضر ہو جائیں- میں نے خود اپنے شیخ سے آپ جیسے شخص کا منزل مقصود تک پہنچنے کا اشارہ سنا ہے تو آپ کے دل میں انکی یہ بات نقش ہوئی، اور دل میں شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا تو آپ ۱۲۲۴ھ کو دوبارہ الری کے راستے ہند تشریف لے گئے- پہلے آپ تہران اور ایران کے بعض شہروں کو پہنچے- وہاں آپ نے تہران کے مجتہد جنہوں نے علوم سے حصہ کامل حاصل کیا تھا ملاقات کی شیخ اسمعیل کاشی- آپ اور اسمعیل کاشی کے درمیان اسماعیل کاشی کے کثیر تعداد میں طلبہ کی موجودگی میں ایک طویل بحث ہوئی، تو آپ نے اسمعیل کاشی کو بالکل لاجواب کر کے ساکت کر دیا تو طلبہ نے کہا کہ اب ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں اس واقعہ کو آپ نے عربی کے اس قصیدے میں بھی اشارہ فرمایا ہے جو آپ نے اپنے شیخ کی مدح میں لکھا تھا-

پھر آپ بسطام خرقان، سمنان اور نیشا پور تشریف لے گئے اور امام طریقت شیخ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی اور انکی مدح فارسی زبان میں قطعہ کے ساتھ فرمائی اور ان شہروں میں دیگر اکابر اولیاءِ کرام کے مزارات کی زیارت بھی فرمائی اور طوس بھی تشریف لے گئے وہاں امام علی رضا علیہ الرحمہ کی زیارت بھی فرمائی- آپ نے امام علی رضا کی مدح میں بھی فارسی میں ایک قصیدہ لکھا- شعراء طوس نے قصیدہ پسند نہ کیا اور رد کر دیا- طوس میں بدعات کا ظہور تھا- آپ جلد ہی وہاں سے جام تشریف لے گئے وہاں شیخ المشائخ شیخ الاسلام شیخ احمد جام نامقی قدس سرہٗ کی زیارت کو تشریف لے گئے- آپ نے موصوف کی منظوم مدح فرمائی اس کے بعد آپ شہر ہرات (افغانستان کا ایک صوبہ) میں داخل ہوئے اور ہرات کے علماء کرام کے ساتھ مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی- انہوں نے آپکو علم کا ایسا سمندر پایا جس کا کوئی ساحل و کنارا نہیں، انہوں نے آپکی فضیلت کا اقرار کیا آپ نے انکے

مشکل مسائل کو انتہائی احسن انداز سے حل فرمایا- جب آپ ان علماء کرام سے رخصت ہوئے تو راستے میں ایسے دشت و بیابان کی طرف نکلے جہاں انتہائی تجربہ کار آدمی بھی بھٹک جاتا- وہاں کے افغانی خوارج سے شیر بھی خوف زدہ تھے (لیکن اسکے باوجود اس خوفناک راستے میں سفر فرمایا) حتیٰ کہ قندھار، کابل اور دارالعلم پشاور پہنچے- یہاں بھی آپ نے علماء کرام کے جم غفیر کے ساتھ ملاقات فرمائی اور انہوں نے علم کلام میں آپ کا امتحان لیا تو علماء کرام نے آپکو علم کلام میں ایک زوردار سیلاب اور موسلا دھار بارش کی طرح پایا، پھر آپ شہر لاہور کے نزدیک ایک قصبہ میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے عالم، ولی کبیر اور اپنے شیخ کے پیر بھائی شیخ مولوی ثناء اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی تو آپ نے ان سے دعا کی درخواست کی (آپ فرماتے ہیں) کہ میں نے اس قصبہ میں رات بسر کی- رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بڑے گڑھے میں کودنا چاہتا ہوں- شیخ ثناء اللہ نقشبندی مجھے اپنے مبارک دانتوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہیں اور میں آپکے قریب نہیں ہونا چاہتا- جب صبح ہوئی تو میرے خواب بیان کرنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت تمہاوے شامل حال ہے ہمارے سردار شیخ عبداللہ کی طرف جاؤ (اشارہ کر کے فرمایا) تمہاری کامیابی شیخ عبداللہ کے ہاں ہے (تو میں اس خواب سے جان گیا کہ) انہوں نے مجھے اپنی طرف جذب و مائل کرنے کی تمام باطنی قوت استعمال کی لیکن میرے شیخ کی روحانی قوت کے غالب آجانے پر ایسا نہ کر پائے-

پھر میں اس قصبہ سے چلا یہاں تک کہ (ایک سال کی مدت سفر میں) ہند کے پایہ تخت دہلی معروف بجھان آباد پہنچا میرے پیرومرشد نے چالیس دن مدت سفر کی مسافت سے پہلے ہی آپ نے اپنے بعض خواص کو میرے حاضر ہونے کی خبر دی جس رات آپ کا ورود بجھان آباد میں ہوا تو آپ نے عربی کا وہ قصیدہ پڑھا جس میں آپ نے اپنے سفر کے وقائع

اور اپنے شیخ کی مدح اور آپ تک پہنچنے پر مسرت کا اظہار فرمایا آپ کے فارسی زبان میں بھی بہت سے قصائد ہیں، جن میں ایک قصیدہ اپنے شیخ کی مدح سرائی کے بیان میں ہوا ہے اور جب آپ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک دفعہ پھر آپ نے حوائج سے لاتعلق ہونے اور تمام کے تمام ضروریات سفر مستحقین میں تقسیم فرمایا پھر آپ نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ میں دیار ہند کے شیخ المشائخ، غوث الخلائق، معدن الحقائق، منبع الحکم والاحسان والایقان شیخ عبداللہ دہلوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے شیخ کی خدمت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے تو آپ پر پانچ مہینے بھی نہ گزرے کہ آپ اہل حضور و مشاہدہ میں سے ہوئے۔ شیخ عبداللہ دہلوی نے آپکو صاحب کشف ہونے کی بشارت دی جو مشاہدات جلد ہی دیکھنے میں آئیں مشکل ترین ریاضات کے ساتھ نفس کی خواہشات کو توڑا۔ حتی کہ ایک سال بھی مکمل نہ ہوا کہ آپ فرد کامل ہوئے اللہ جسے چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا و مہربان ذات ہے کیونکہ سالکین میں سے تو بعضوں کو ایک لحظہ میں ہی وصال (مقام وصل اور خدا تعالیٰ کا حضور) ہو جاتا ہے اور فرد کامل بن جاتے ہیں اور بعضوں کو ایک ساعت میں وصال نصیب ہوتا ہے۔ اور بعضوں کو ایک دن میں بعضوں کو ایک ہفتے میں، بعضوں کو ایک مہینے میں بعض کو ایک سال میں، بعضوں کو کئی سالوں کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ جیسے کہ کتاب ''منہاج العابدین'' میں مذکور ہے۔ خاتمہ میں اس سے زیادہ بسط و تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر ہو گیا۔ آپ کے پیرو مرشد نے اپنے مریدین واحباب کے سامنے اور آپکی طرف آپ کے شیخ نے جو خطوط لکھے ان میں بھی آپکے کمال ولایت اور منازل سلوک طے کرنے فناء و بقاء کی نعمت سے مشرف ہونے کی گواہی دی ہے۔ شیخ نے آپکو پانچ طریقوں (نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ، چشتیہ) میں خلافت تامہ عطا کی اور ارشاد حدیث، تفسیر، تصوف، احزاب واوراد کی اجازت بھی عطا کی، اور شیخ کے اشارہ پر آپ عالم،

فاضل مدرس، واعظ، صوفی کامل، صاحب تالیف، کثیرہ فی التفسیر جنہوں نے روافض کا اپنی بلیغ تحریر کے ساتھ رد فرمایا- مولیٰ عبدالعزیز حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن عالم باعمل ولی کامل ولی اللہ دہلوی حنفی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بھی صحاح ستہ کی روایات کی اجازت عطا کرنے کے ساتھ بعض احزاب (ورد وظائف) کی بھی اجازت عطا کی- اس اجازت نامہ میں آپکی تعریف کچھ یوں فرمائی، طالب حق، بلند ہمت کے مالک، ایک سال خدمت میں رہنے کے بعد انہوں نے انتہائی تاکید کے ساتھ حکم فرمایا کہ آپ ان شہروں میں جائیں تاکہ سالکین کی تربیت کریں- آپ حکم کی بجا آوری کی خاطر نکلے اور اپنے وطن کا رخ کیا- پچاس دن دوران سفر نہ کچھ کھایا نہ پیا، عبادت ذکر مشاہدہ حق وزہد سے غذا حاصل کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ مسقط کی بندرگاہ سے شیراز، لیزد اور اصفہان کے نواح کی طرف نکلے جہاں جاتے حق کی تلقین فرماتے، کئی دفعہ روافض (شیعہ) آپکی پیش کردہ عقلی و نقلی دلائل سے عاجز آجانے کے بعد آپکو قتل کرنے کے ارادے سے جمع ہوئے تو آپ اچانک ان پر شمشیر براں لائے تو وہ ایڑیوں کے بل لوٹے اور واپس چلے جاتے پھر آپ ہمدان وسنندج آئے ۱۲۲۶ھ میں آپ سلیمانیہ پہنچ گئے تو لوگوں نے آپکا انتہائی احسن طریقے سے استقبال کیا-

پھر اسی سال شیخ کے اشارہ کے ساتھ ہمارے شہر زوراء تشریف لے گئے تاکہ اولیاء کرام کی زیارت فرمائیں تو پہلے آپ نے غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلی قدس سرہٗ[1] کی زیارت کی، وہیں آپ نے لوگوں کو رشد وہدایت کی ابتداء فرمائی یہاں آپ پانچ مہینے ٹھہرے پھر آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے اس وقت آپ علم باطن وظاہر میں عظیم رہنما بن گئے تھے، اللہ تعالیٰ کی سنت مبارکہ اس بات پر جاری ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یکتا ہو

---

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری اولیاء کرام کا طریقہ ہے- مجددی-

اس کے حاسدین پیدا ہو جاتے ہیں جب آپ نے محبوبیت الٰہیہ کو درست طریقہ سے حاصل کیا تو آپ پر ہم وطن اور معاصرین، حسد وعداوت اور بہتان پر اتر آئے اور حاکم کردستان کے پاس آپ کے خلاف ایسی جھوٹی باتیں کی گئیں کہ کان بھی انکے سننے سے پناہ مانگتے ہیں حالانکہ آپ ان تمام باتوں سے بداھتا بری ہیں۔ لیکن اسکے باوجود آپ انکے لیے دعا فرماتے اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے لیکن ان لوگوں کے حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی۔ آپ کے حسن سلوک کے باوجود انکی شرارتیں زیادہ ہوتی گئیں کہا گیا ہے کہ تمام دشمنیوں کے ازالہ کی امید کی جاسکتی ہے لیکن حسد سے جو دشمنی وجود میں آتی ہے وہ ختم نہیں ہوتی پھر آپ ۱۲۲۸ھ کو دوبارہ بغداد تشریف لے گئے جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے حاسدین اور بہتان تراشوں نے آپکے خلاف (صدق وصواب کے زیور سے خالی) آپ کی تکفیر پر ایک رسالہ لکھا اور بہت سے منکرین کے دستخط ومہر بھی ثبت کر کے والی بغداد سعید پاشا کی طرف بھیجا تا کہ والی بغداد کو آپکی اہانت اور بغداد سے نکالنے پر برانگیختہ کیا جاسکے اللہ تعالیٰ نے والی بغداد کو انکے حسد وعناد سے آگاہ فرمادیا۔ والی صاحب نے بعض علماء کرام کو اس رسالہ پر رد کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے مدرسہ علویہ کے سابق مفتی محمد امین آفندی[1] نے رد کیا اور آپکے حق میں ایک بہترین رسالہ تحریر فرمایا۔[2] مفتی حلہ نے آپ کے حق میں جو رسالہ لکھا اس میں علماء بغداد کی مہریں اور دستخط بھی ثبت فرمائے۔ پھر منکرین کی طرف ارسال فرمایا تو منکرین کے عناد کی آگ بجھ گئی اور انکی زبانوں کو مفتی حلہ نے یوں لگام دی کہ پھر کبھی بھی منکرین کو آپ پر طعن وتشنیع کی جرأت نہیں ہوئی۔ ان تمام امور کے بعد پھر آپ سلیمانیہ گئے تو تمام لوگ آپکے کمالات کے معترف اور محتاج تھے۔

---

[1] حضرت علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ (م۱۲۵۲ھ) صاحب ''ردالمحتار''

[2] جس کا عنوان ''سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی'' ہے۔ مجددی۔

بالجملہ آپ سے اکراد، کرکوک، اربل، موصل، عمادیہ، جزیرہ، عیغتاب، حلب، شام، روم، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بصرہ، بغداد کے لوگ فیض یاب ہوئے-آپ نرم، خوش مزاج اور انتہائی اچھے اخلاق کے مالک تھے کبھی بھی آپ کسی کو بلند آواز سے نہ پکارتے-اور مضر (تکلیف دہ) شے کو راستے میں سے ہٹاتے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرتے (اختلافی) مسائل میں احتیاط پر عمل کرتے-آپ خدمت دین پر بہت زیادہ حریص تھے-

آپ کی تالیفات:

آپکی تالیفات میں سے مقامات حریری پر ایک بہترین شرح ہے لیکن پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اور حدیث جبرائیل علیہ السلام کی شرح بھی لکھی اس شرح میں آپ نے عقائد اسلام کو جمع فرمایا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حواشی تحریر فرمائے اور آپ نے بہت سارے اشعار فارسی زبان میں فرمائے، باقاعدہ آپکی ایک کتاب ''دیوان ازھار الربیع'' کے نام سے موسوم ہے- حدیث واصول اور تصوف اور دیگر علوم کی تدریس فرماتے رہے، سالکین کی تربیت انتہائی احسن طریقے سے فرماتے-لوگوں کو قال وحال اور مال کے ساتھ نفع پہنچاتے اور لوگوں سے بدعتیوں اور گمراہوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ فرماتے-معاصرین ادیب آپکی مدح فارسی وعربی قصائد سے فرماتے-مشرق ومغرب سے لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے-

آپ کے خوارق وکرامات:

آپکی کرامات میں سے یہ ہے کہ جو شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوجاتا اور ظاہری وباطنی آداب کا لحاظ کرتا تو وہ شخص ضرور بالضرور آپ سے مستفیض ہوتا اور آپکے دل میں چھپے [illegible]

فوری محسوس ہو جاتی، اور اسکا دل دنیا و مال کی محبت سے خالی ہو جاتا اور وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا اور غفلت سے افاقہ پاتا اور انجام کے بارے میں فکرمند ہو جاتا - یہ حال و کیفیت کامل مردوں کے نصیب میں ہی آتی ہے-

شکر الحمدللہ کہ اس نے ہمیں آپکی خدمت سے مشرف فرمایا اور ہمیں آپکے زمرہ میں داخل فرمایا، اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپکے مریدین کو مقصود و مراد کو پانے کے لیے احسان و مہربانی فرمائے، بیشک وہ بڑا مہربان اور جود و انعام فرمانے والا ہے-

اِنَّ الَّذِیْ قُلْتُ بَعْضَ مِنْ مَنَاقِبِهٖ O مَازِدْتُ اِلَّا لَعَلِّے زِدْتُ نُقْصَاناً-[1]

جو میں نے آپکے بعض مناقب بیان کیے، تو میں نے آپکی صفت تو کجا آپکے نقص کو ہی زیادہ نہ کر دیا ہو-

آپکے خلفاء کرام:

آپکے خلفاء کرام کا تذکرہ اجمالاً بیان کرنا مناسب ہے تا کہ (طریقہ) خالدیہ کے آثار مرور زمانہ (وقت کے گزرنے کے ساتھ) باقی رہیں آپکے خلفاء میں سے عالم باعمل زاہد کامل صاحب نفس قدسیہ شیخ محمد الامام رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۲۳۰ھ میں اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کو قبول[2] کیا: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً- فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ -سورہ البلد، پارہ-۳۰

ترجمہ: اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف لوٹ جا کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ-

---

[1] عالم محقق شیخ عثمان بن سند المالکی مدرس بصرہ نے آپکی تائید میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس مین سے بہت سے اشعار آپکے حق میں اس کتاب میں بھی تھے، بندہ نے اختصار کی خاطر انکا ترجمہ نہ کیا- سلطان احمد غفرلہ الاحد

[2] یعنی مذکورہ سنہ میں وفات پائی -۱۲اس

لبیک کہا اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے گنبد کے غربی جانب دیوار کے تحت سپرد خاک کیے گئے لیکن قبور میں آپکی قبر مبارک پر شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

مَسَاکِینُ اَھلِ الْعِشْقِ حَتّٰی قُبُوْرَھُمْ عَلَیْھَا تُرَابُ الذِّلِّ

اہل عشق کی رہنے کی جگہیں تو کجا انکی قبروں کی مٹی بھی خوار ہوتی ہے۔[1]

آپکے خلفاء میں عالم باعمل منبع حیا مجمع محاسن، سید عبداللہ قادری ھکاریہ، کے شہر شمزین کے رہنے والے تھے جو ۱۲۲۹ھ کو بقصد سلوک بغداد تشریف لائے ہمارے شیخ کے دست اقدس پر منازل سلوک طے کرنے کے لیے کافی دیر تک شیخ کی خدمت میں رہے حتی کہ آپ کامیابی کی طرف گامزن ہوئے تو آپ نے انکو خلافت عطا فرمائی فی الحال وہ اپنے وطن میں سالکین کی تربیت فرما رہے ہیں۔ اس علاقہ کے بہت سے لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس علاقے کے لوگوں کو آپ کے فیوضات سے مزید مستفیض فرمائے۔ آپکے خلفاء میں توحید کے سمندر کے تیراک، شیخ عبدالرحمٰن الکردی جو شام میں مریدین کی رہنمائی فرما رہے ہیں خلفاء کرام میں سے عالم محقق فاضل مدقق ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ سالک طریقہ نقشبندیہ کے مجاہد ملا محمد قزلری علیہ الرحمہ، خلفاء میں سے عالم فاضل مدرس علوم شیخ ملا مصطفیٰ کلعنبری، اب بھی آپ اپنے محلے میں تدریس اور مریدین کی رشد وہدایت میں مشغول ہیں۔ خلفاء میں سے عالم صالح محقق فی العلوم شیخ ملا عباس کویتی جو فی الحال بھی اپنے وطن میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ خلفائے میں سے عالم ابن عالم محقق ذکی مدقق شیخ عبدالوہاب سوسئی ہیں، فی الحال عمادیہ میں طریقہ نقشبندیہ میں مریدین کی تربیت فرما رہے ہیں، خلفاء میں سے عالم باعمل شیخ سید عبدالقادر برزنجی خلفا میں سے عالم مدرس محقق متواضع شیخ ملا ہدایۃ اللہ اربلی، خلفاء میں سے عالم ذکی شیخ اسماعیل برزنجی فی الحال سلیمانیہ کے قرب وجوار میں ایک قریہ میں

---

[1] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپکی قبر خراب حالت میں ہے دوسری قبریں اس سے بہتر حالت میں ہیں۔ ۱۲ اس

مریدین کی تربیت وتدریس میں مشغول ہیں۔منازل سلوک طے کرنے دور دراز علاقے کے مسافر ملا عبداللہ حنفی ھروی[1] آپ متعدد سال ہمارے شیخ کی خدمت میں رہے،خلفاء کرام میں سے حافظ قرآن عابد زاہد شیخ ملا ابو بکر بغدادی ہیں،خلفاء میں سے فقیہ عابد زاہد جو تمام عمر علم وتقویٰ وعبادت میں مشغول رہے ملا موسی جبوری بغدادی فی الحال آپ خدمت خلق میں مشغول ہیں۔خلفاء کرام میں سے عالم محقق صابر شاکر سید عبدالغفور بغدادی بھی ہیں۔

بہت سارے اکابر علماء شرفاء ادباء فضلا کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے اجمالاً ان چند خلفاء کے ذکر پر اکتفاء کیا یہ مقام تفصیل کا نہیں، یہ تو سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے خلفاء کی محبت نصیب فرمائے،انکی محبت بلند درجات کا سبب ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت،آیت ۱۸، پارہ ۲۳)

پاک ہے تمہارا،عزت والا رب ان (کفار) کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔

تمت بالخیر۔بروز اتوار ظہر سے پہلے ۲۰ رشعبان المعظم ۱۲۳۴ھ بندہ ضعیف حقیر محمد بن مرحوم ملا سلیمان بن مراد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بغدادی حنفی نقشبندی، اللہ تعالیٰ اسکی بخشش فرمائے جس نے اس کتاب کے مؤلف اور اسکی تالیف میں سبب بننے والوں کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ اسکی بھی بخشش فرمائے جس نے تعصب کو چھوڑ کر انصاف کی نظر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی بخشش فرمائے۔

اختتام ترجمہ: ۲۰۰۰-۸-۲۵ طالب دعا سلطان احمد افغانی نقشبندی غفرلہ

تکمیل تصحیح ونظر ثانی: شب ۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ/۱۱ اکتوبر ۲۰۰۰ (محمد شہزاد مجددی سیفی غفرلہٗ)

[1] منسوب ہے ہرات کی طرف معلوم ہوا کہ آپ ہرات (افغانستان) سے تعلق رکھتے ہیں۔۱۲س

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

احسن الطریقة
فی
تخریج احادیث الحدیقة

تخریج احادیث

محمد شهزادالمجددی السیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفحہ نمبر کتاب	تخریج احادیث مقدمہ	نمبر شمار
17	إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء– سنن ابی داؤد، ص: ۳۱۷ کتاب العلم، سنن ابن ماجہ، ج: ۱/ ۲۲۳ جامع الترمذی، سنن داری–	1
17	اِذَا رُءُ وْاذُكِرَ اللّٰه– سنن ابن ماجہ الجلد الثانی، ص: ۱۳۷۹، کتاب الزھد–مجمع الزوائد، ص: ۱۰/۸۱–۱۰/۷۸–الجامع الصغیر، ۲/۷–	2
19	قال: امام دارالهجرة مالك بن انس رحمة الله عليه: مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ– مرقاة المفاتیح، ج: ۱، ص: ۳۱۳، مطبوعہ ملتان–	3

تخریج احادیث کتاب

32	لَعَنَ اللّٰهُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ –––الخ عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ– من اِنْتَسَبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ او تولى غير مواليه فعليه لعنة اللّٰه والملٰئكة والناس اجمعين– سنن ابن ماجه المجلد الثاني، ص: ۸۷۰، كتاب الحدود، صحيح بخاری كتاب المناقب۔	4

سنن ابن ماجہ الجلد الثانی، ص:۸۷۰ کتاب الحدود مشکوٰۃ، ص:۲۸۷، عن سعد بن وقاص (متفق علیہ) صحیح مسلم کتاب الایمان، جلد اول، ص:۵۸

5 مَاصَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئاً اِلَّا وَصَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ 34

(موضوعات کبیر ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی، ۱۳۱۵ھ اشعات اللمعات جلد۴، ص:۶۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان - الحاوی للفتاوی، جلد:۲، ص:۴۲-

6 من قال حین یدخل السوق: لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ- لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَایَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ کُلُّهٗ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ- کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ، وَمَحَا عنهُ اَلْفَ اَلْفِ، سَیِّئَةٍ- وبنیٰ لهٗ بیتاً فی الجَنَّةِ- 42

جامع الترمذی جلد ثانی، ص:۱۸۱، باب الدعوات - سنن ابن ماجہ الجلد الثانی، ص:۷۵۲ کتاب التجارات رقم، ۲۲۳۵، عن عمر ابن الخطاب - مشکوٰۃ ص:۲۱۴-

7 اَلْعَابِدُ الَّذِیْ یَقُوْلُ لَهُ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ وَتعالٰی اُدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ بَلْ بِعَمَلٍ 58

مجمع الزوائد جلد ۱۰، ص:۳۵۸ (مطبوعہ بیروت) عن واثلۃ بن الاسقع بالفاظ مختلفۃ-

7 خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ 61
یَلُوْنَهُمْ
صحیح بخاری کتاب الشهادات، فضائل اصحاب النبی ،صحیح مسلم فضائل
الصحابہ جلد نمبر ۲-

8 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ و نَفْسٍ 62
لَاتَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَاینْفَعُ- 107,110
(سنن نسائی کتاب الاستعاذہ ص:۷۷۵،رقم ۵۴۶۸ مطبوعہ بیروت-صحیح مسلم
ج:۲،ص:۳۵۰،عن زید بن ارقم-سنن ابن ماجہ ص:۹۲/۱،عن ابی هریرة وابن
عمرو الجامع الصغیر للسیوطی،ص:۵۶،جزءاول مطبوعہ بیروت-

9 کُلُّ عِلْمٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِهٖ- 62
کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للامام عبدالروف المناوی علی هامش
الجامع الصغیر،ص:۱/۱۴۰-الجامع الأزهر فی حدیث النبی الانور الجزء الثانی
ص:۴۸،مطبوعہ القاهرة،۱۹۸۰ءللامام المناوی،فیہ هانی بن التوکل،قال
ابن حبان لاتحل الاحتجاج بہ

10 اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَالِمٌ "لَمْ یَنْفَعْهُ 63
بِعِلْمِهٖ
(الجامع الصغیر،ص:۱/۴۲-عن ابی هریرة الجامع الأزهر للمناوی ص:۱/۱۸۶

11 اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰه:هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ- 78
سبق تخریجہ-

12 خَیْرُ الذِّکْرِ اَلْخَفِیُّ وَخَیْرُ الرِّزْقِ مَایَکْفِیْ 85

(مجمع الزوائد، ۱۰/۸۱، کتاب الزھد للامام احمد، ص: ۴۸، مطبوعہ دار الفکر الجامعی اسکندریہ۔ الجامع الصغیر، ص: ۲/۸ (صح) عن سعد۔ اللآلی المنثورۃ للامام محمد الزرکشی، ص: ۱۵۱ (بیروت) مختصر مقاصد الحسنہ، ص: ۱۲۲، رقم ۴۲۹ (بیروت)

13 مَابَالُ اَقْوَامٍ يَفْعَلُوْنَ كَذَا ۔ 98

صحیح بخاری کتاب الادب، کتاب الاعتصام، باب المساجد فی البیوت، صحیح مسلم، باب المساجد، باب الفضائل۔

14 لَايَكُوْنُ الْعَالِمُ عَالِماً حَتّٰى يَكُوْنَ بِعِلْمِهٖ عَامِلًا ○ 99,113

عن ابی الدرداء سنن الدارمی الجزء الاول ص: ۶۲، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ۔

15 من احب ان يتمثل لهُ الناس قياماً فليتبوّأ مقعدهٗ النّار

سنن ابی داؤد الجلد الرابع، ص: ۳۵۸، رقم ۵۲۲۹۔ مختصر مقاصد ص: ۲۰۸، رقم ۹۶۴، الجامع الصغیر، ص: ۲/۱۶۰، (ح) عن معاویۃ۔

16 اِنَّكُمْ فِىْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاتِىْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَشْرِ مَااُمِرَ بِهٖ نجىٰ۔ 108

الجامع الترمذی، کتاب الفتن ج: ۲، ص: ۵۲، عن ابی ہریرۃ مطبع کراچی مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱، الجامع الصغیر، ۱/۱۰۱۔

17 اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَخْلُقُ فِىْ جَوْفِ اَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاسْئَلُوْا اللّٰهَ اَنْ يُّجَدِّدَ الْاِيْمَانَ۔ 108

مجمع الزوائد للامام نور الدین علی الهیثمی، ج:۱،ص:۵۲، عن عبداللہ بن عمرو اسنادہ حسن۔الجامع الصغیر:۱/۱۴۸۔

18 عن ابی هریرة قال: قال رسول اللہ ﷺ: یقول اللہ عزّ وجل !اناعندظن عبدی بی وانا معهٗ حین یذکرنی فان ذکرنی فی نفسهٖ ذکرتهٗ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتهٗ فی ملأ خیر منهم ....الخ 84

صحیح مسلم: ص،۳۴۲ جلد ثانی مطبوعہ کراچی

صحیح البخاری ،ص ۱۱۰۱،المجلد الثانی طبع کراچی

19 من احب قوماً حشره اللہ فی زمرتهم۔ 91

الجامع الصغیر،ص:۲/۱۶۰،(طب)والضیاء عن ابی قرصافہ۔

20 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا ○ 91

صحیح البخاری کتاب الدعوات۔صحیح مسلم،ج:۱،ص:۲۶۱،عن ابن عباس طبع کراچی۔

21 المنبتّ لاارضاً قطع ولاظهراً ابقیٰ۔۔ لم اجدهٗ فی کتب الحدیث۔ 118

مختصر المقاصد الحسنة۔ص ۲۰۷،حدیث رقم(۹۵۹)

وفی الفتوحات الإلٰهیة۔۔۔ص ۲۱۸ رواہ البزار عن جابر۔کشف الخفاء ۱/ ۳۰۰ رقم ۷۹٤

تمییز الطیب من الخبیث رقم:۱۳۰۲،ص:۱۷٤

قطعہ تاریخ وفات (فارسی)

حضرت سیدی و مرشدی اخوندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی مبارک قدس سرہ

(متوفی ۱۵ رجب ۱۴۳۱ھ ـ ۲۶ جون ۲۰۱۰ء بروز [illegible])

سوئے گلزارِ جناں با صد نیاز و شوق [illegible]

قطب و قیومِ زماں آخر بہشتی [illegible]

بست آں محبوبِ سبحاں رخت از [illegible]

رائگاں آہ و فغان و نالہ و فریاد رفت

رہبرِ اہل سلوک و مرشد زندہ دلاں

چارہ ساز ما غریباں پیکر امداد رفت

بر صدائے "ارجعی" لبیک گفتہ شیخ کل

بہر دیدارِ خدا از عالمِ ایجاد رفت

آسماں بارید اشک و کرد نوحہ فرش خاک

آخرش از دارِ فانی ہم [illegible]

اہل عرفان و طریقت در [illegible]

"سیف رحماں پیارچی قطب [illegible]"

=۱۴۳۱ھ

بپاس خاطر ناظر حضرت [illegible] سید حیدر [illegible]

نتیجہ افکار [illegible]